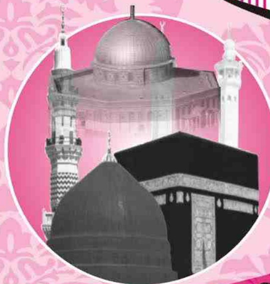
یا اللہ مدد | حیات النبی زندہ باد | شانِ رسالت ﷺ زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شانِ صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابوحنیفہ زندہ باد | حق چار یار





اکابرین دیوبند، بالخصوص
شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلہ صفدر

73 مارچ 2017 جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

بیاد: محدث عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

بفیضان: مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ، تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز حسین احمد مدنی

ہمارے مسلک کی بنیاد کسی کی 'مخالفت' پر نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص مماتیوں یا غامدیوں کے خلاف فعال ہے تو بس وہ ہمارا ہے۔ نہیں! بلکہ ہمارے مسلک اور ہمارے اسلاف کے کام کی بنیاد قرآن وسنت، طریق صحابہ اور تعامل خیر القرون پر ہے۔ جس کی بہتر اور درست ترجمانی اکابر اہل سنت دیوبند نے فرمائی۔ جو شخص مسلک علمائے اہل سنت دیوبند کا پورا پابند ہے وہ ہمارا ہے، چاہے ہمارا ساتھ دے یا نہ دے۔ ہماری تعریف کرے یا ہم پر تنقید۔ اور جو کسی ایک بھی پہلو سے علمائے دیوبند کے مخالف ہے، وہ ہمارا نہیں ہے چاہے وہ دیوبندیت کا دعویدار ہو۔ [حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور مولانا نثار احمد الحسینی: ۵۶]

کیا کسی عمل کے 'بدعت' ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اُسے بریلوی حضرات انجام دیں۔ اِس کے بغیر کوئی عمل بدعت نہیں ہوسکتا۔ اور کیا دیوبندیت کے نام لیوا جو کچھ بھی کرلیں وہ ضرور ''اتباعِ سنت'' ہی کہلائے گا؟ چاہے اُس میں قرآن وسنت، آثار صحابہ، تعامل خیر القرون اور اپنے ہی اسلافِ اہل سنت دیوبند کے فکر وعمل کی مخالفت کرتے رہیں!؟

مظہریہ دار المطالعہ جہانیاں سومرو سندھ
0312 4612774 0334-4612774
khadim.khan4@yahoo.com

یا اللہ مدد | حیات النبی زندہ باد | شان رسالت زندہ باد | اصلی کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد | حق چار یار

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلہ صفدر

بفیضان: مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ، قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ

بیاد: امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ | فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ | فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ | امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ | ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ | جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نور اللہ مرقدہ | حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست: پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو صاحب حفظہ اللہ

نگران: وکیل احناف مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ: مولانا جمیل الرحمٰن عباسی 0301-7790908
مدیر مسئول: مولانا احسن خدامی 0320 4902150
مدیر: حمزہ احسانی 0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

پیامِ صفدر

حمزہ احسانی

اَفکارِ علوی مالکی کے بارے میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے
اور......مولانا نثار احمد حسینی صاحب کی ناانصافی

مختصر پس منظر:

۱۹۸۲ء میں برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، اُن کی وفات کے بعد اُن کے بعض قریبی خلفاء نے رضاخانی مسلک کے حامل عالم دین شیخ محمد بن علوی مالکی سے تعلق قائم کرلیا۔

شیخ محمد بن علوی مالکی کے چند نظریات:

۱......رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیباتِ خمسہ کا بھی۔

۲......رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔

۳......اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو لوگوں کی ہر قسم کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہے۔

۴......زندہ اور وفات یافتہ انبیاء اور اولیاء سے غیر مقدور العبد چیزوں کا سوال جائز ہے۔

۵......اللہ نے زمین وآسمان کے تمام خزانے آپ ﷺ کو دے دیئے۔ اب آپ تقسیم کرتے ہیں۔

۶......احمد رضاخان صاحب بریلوی سے محبت 'سنی' اور اُن سے بغض 'بدعتی' ہونے کی نشانی ہے۔

۱۹۸۵ء میں شیخ محمد بن علوی مالکی کی ایک کتاب ''مفاہیم'' شائع ہوئی۔ جو سلفیوں کے تشدد کے جواب کے نام پر خاصی ہیر پھیر کے ساتھ درحقیقت رضاخانی نظریات کے پرچار کے لیے لکھی گئی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے خلفاء مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم وغیرہ نے شیخ مالکی کی اُس کتاب پر اکابر دیوبند سے تقاریظ حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پھر غالباً ۹۲؍۹۳ء میں اس کتاب کا اردو ترجمہ ''اصلاحِ مفاہیم'' کے نام سے پاکستان میں شائع ہوا۔ اس ترجمے کی اشاعت میں صوفی محمد اقبال مرحوم، مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ اور حافظ صغیر صاحب کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

کتاب میں درج چند نظریات یہ ہیں:

۱...... نبی کریم کو علم غیب دیا گیا۔[ص:۸۳]

۲......اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو لوگوں کی ہر قسم کی حاجتیں پوری کرنے کی قدرت دی ہے۔[۱۷۴]

۳......ارواح کو اتنی آزادی حاصل ہے کہ زندوں سے بڑھ کر پکارنے والوں کی فریادرسی کریں۔[۱۸۱]

اس کے بعد غالباً ۹۳ء ہی میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کے نام سے ایک رسالہ ''اکابر کا

مسلک ومشرب'' شائع ہوا۔ جو اکابر دیوبند کے بجائے علوی مالکی نظریات کا ترجمان تھا۔

رسالے میں درج چند اَفکار:

۱......دیوبندی بریلوی دونوں گروہوں میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں اہل سنت ہیں۔[۹]

۲......محفل میلاد کا انعقاد مستحب اور موجب خیر وسعادت ہے۔[ص:۴۷،طبع سوم]

۳......عرس میں اگر منکرات (ناچ گانا وغیرہ) نہ ہوں تو منانا چاہیے۔[ص:۷۰،طبع سوم]

۴......ایصالِ ثواب میں وقت کی تعیین درست ہے۔[ص:۴۷،طبع سوم]

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کے بعض قریبی احباب کا کہنا ہے کہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب تو بے چارے خوامخواہ میں پھنس گئے، اصل میں رسالہ صوفی اقبال صاحب نے لکھا تھا۔ (اُن کا گناہ مولانا ہزاروی مدظلہ نے اپنے سر لے لیا۔)

حقیقت حال کا علم ہونے پر اکابر دیوبند نے ۱۹۹۳ء ہی سے ''مفاہیم''، اس کے اردو ترجمے ''اصلاحِ مفاہیم'' اور رسالہ ''اکابر کا مسلک ومشرب'' پر تنقیدات فرمائیں۔ جنہوں نے حسن ظن یا کسی کے اعتماد کی بنا پر تقاریظ لکھی تھیں، اُنہوں نے اپنی تقاریظ واپس لے لیں اور ''اصلاحِ مفاہیم'' کے مندرجات سے براءت کا اعلان کر دیا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم، حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ ملتان، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کی تنقیدات کئی مقامات پر شائع ہو چکی ہیں۔ ذیل میں مذکورہ بالا اُمور سے متعلق امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی رائے باحوالہ درج کی جاتی ہے۔

(۱)......''اصلاح مفاہیم'' کے بارے میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے:

۱۹۹۴ء میں بندہ کے جد امجد امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے جب اس بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا:

> ''میں نے ''الخیر'' میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب کی تردید پڑھی ہے۔ اور کسی بزرگ کی تردید نہیں پڑھ سکا۔ حضرت مفتی صاحب نے کتاب مذکور میں جن مسائل کی تردید کی ہے، وہ بالکل حق ہے۔ وہ مسائل مسلکِ دیوبند ہی کے خلاف نہیں بلکہ روحِ اسلام کے خلاف ہیں۔''[تحفظ عقائد:۳۴۲] (عکس نمبر۹)

(۲)......محمد علوی اور مؤیدین کے بارے میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا موقف:

اس کے علاوہ ۲۰۰۹ء میں جب مولانا محمد الیاس گھمن صاحب (خلیفہ مجاز مولانا عبدالحفیظ مکی

صاحب و مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب) نے حضرت امام اہل سنت کی اِجازت کے بغیر اُن کا نام مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کے نام کے ساتھ ''تحفظ سنت کانفرنس'' کے اشتہار میں لکھا تو اُس وقت بندہ نے حضرتؒ سے علوی مالکی اور اُن کے متعلقین کے بابت دریافت کیا۔اور علوی مالکی کی کچھ عبارات پڑھ کر سنائیں تو فرمایا:

''یہ (محمد بن علوی مالکی) تو احمد رضا خان (صاحب) سے بھی بڑا بدعتی ہے۔''

بندہ نے پوچھا: اور جو اس کی تائید کرتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے؟ تو پوچھا کون؟ عرض کیا: مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہ۔تو فرمایا: ''اگر وہ تائید کرتے ہیں تو وہ بھی اسی جیسے ہیں۔''

(۳)......افکارِ علوی مالکی کے متعلق حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا نظریہ:

شیخ محمد بن علوی مالکی کے اُصولی نظریات حضور نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب، حاضر ناظر اور مختار کل ماننے وغیرہ کے متعلق حضرت امام اہل سنتؒ کی اگرچہ صراحتاً براءت کی ضرورت نہیں۔کیونکہ اِن عنوانات پر حضرت رحمہ اللہ ضخیم کتب معروف و مقبول ہیں۔لیکن اتمام حجت کے لیے چند عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ حاضر ناظر ہے قطعاً شرک ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم الغیب ماننا مختار کل ماننا قطعاً شرک ہے۔....ان مسائل کو چھوٹے مسائل نہ سمجھنا۔بعض نادان قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اختلافات ایسے ہیں جیسے حنفی، مالکی، شافعی اختلافات ہیں۔حاشا وکلا یہ ایسے اختلافات نہیں ہیں۔بلکہ یہ بنیادی مسائل ہیں۔[ذخیرۃ الجنان:۲۱/۴۴۲]

''اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کی صراحت کے ساتھ نفی کی گئی ہے۔لیکن جاہل قسم کے لوگوں نے بلاوجہ حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ گھڑ لیا ہے۔'' [ذخیرۃ الجنان:۱۵/۸۹]

''اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریادرس اور نہ کوئی دستگیر، نہ کوئی دینے والا اور نہ کوئی لینے والا۔اس کو جاہل قسم کے لوگ فروعی مسائل سمجھتے ہیں، یہ فروعی مسائل نہیں ہیں، یہ کفر و شرک کی بنیاد ہے۔فروعی مسائل تو ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی کے درمیان۔یہ عقائد تو بالکل قرآن کے خلاف ہیں۔'' [ذخیرہ، القصص:۱۵/۱۵۸]

(۴)......دیوبندی بریلوی اختلاف اُصولی یا فروعی؟

شیخ محمد بن علوی مالکی اور اُن کے متعلقین صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب یا اُن کے اَفکار کے حامی و ناشر مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ وغیرہم کے نشر کردہ دیگر اَفکار (دیوبندی بریلوی اختلاف، عرس، میلاد، تعیینِ وقت کے ساتھ ایصالِ ثواب اور مروجہ مجالس ذکر) کے بارے میں حضرت امام اہل سنتؒ کی رائے ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:

بریلوی مولویوں اور پیروں کا یہی عقیدہ ہے اوران کے جو خاص مقربین ہیں، غالی قسم کے لوگ، ان کا بھی یہی عقیدہ ہے، باقی عوام بے چارے تو ناسمجھ ہیں۔ان کے مولوی، پیر اور جو غالی بریلوی ہیں عوام میں سے، وہ پیغمبروں کو حاضر و ناظر مانتے ہیں، ولیوں، شہیدوں کو بھی حاضر و ناظر مانتے ہیں......یہ کوئی فروعی مسائل نہیں ہیں کہ ان کو نظر انداز کردیا جائے۔'' [ذخیرہ، العنکبوت:۲۵۰/۱۵]

(۵)......عرس مستحب یا خلافِ شریعت؟

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''قبروں کی زیارت کے لیے دن مقرر کرنا اور معین دن میں اجتماع کرنا ہرگز شریعت سے ثابت نہیں ہے اور خصوصاً سال کے بعد جو دن مقرر کیا جاتا ہے جس کو عرس کہتے ہیں، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔'' [راہِ سنت:۱۷۱، ط:۸۱ء]

(۶)......محفل میلاد کا انعقاد سعادت یا بدعت؟

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

''یہ یاد رہے کہ محفل میلاد اور مجلس میلاد اور چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نفسِ ذکر ولادت باسعادت اور شے ہے۔اول بدعت ہے اور ثانی مندوب و مستحب۔'' [راہ سنت:۱۶۱، ط:۸۱ء]

(۷)......تعیین وقت کے ایصال ثواب جائز یا ناجائز؟

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ایصالِ ثواب کے لیے شریعت حقہ نے دِنوں اور تاریخوں کی کوئی تعیین و تخصیص نہیں کی ہے۔اور پہلے باحوالہ گزر چکا ہے کہ اپنی طرف سے ایسی تعیین کرنا بدعت ہے۔'' [ایضاً:۲۶۰]

(۸)......اجتماعی مجالس ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت:

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں:

''جہاں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے وہاں بلند آواز سے، ورنہ آہستہ آواز سے پڑھنا ہے۔اور چاروں امام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔......البتہ اگر آدمی بالکل تنہا ہے اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے کی وجہ سے کسی کی نیند یا نماز اور مطالعہ میں خلل نہیں پڑتا اور کسی بیمار کو تکلیف نہیں ہوتی تو اونچی آواز سے پڑھنے کی اجازت ہے۔......(مجلس یا مسجد میں بلند آواز سے ذکر ممنوع ہے۔) ہاں! تعلیم کے لیے درست ہے جیسے قادری سلسلے میں کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پاس جب نئے نئے مرید آتے تھے تو جمعرات کے دن اونچی آواز سے ذکر کی تعلیم دیتے تھے۔مگر اتنی اونچی نہیں کہ کان کھا جائیں۔ویسے ذکر یعنی تعلیم کے علاوہ آہستہ ہے۔'' [ذخیرۃ الجنان:۱۰۱/۷]

(۹)......قضیہ سے متعلق تحریرات کی اشاعت:

حضرت امام اہلِ سنت رحمہ اللہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ فرماتے ہیں:

''حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ [انڈیا والوں] نے مجھے خط کے ذریعے اور پھر ایک ملاقات میں بالمشافہ حکم فرمایا کہ ''اب اس سلسلے کو بند کر دیا جائے۔ میں نے آپ کے دادا حضرت امام اہلِ سنت علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''بزرگوں کا حکم اپنی جگہ، لیکن حقیقت اپنی جگہ، یہ ایک حقیقت ہے، اور آنے والی نسلوں تک اپنے بزرگوں کے عقائد و نظریات اور ان کے مؤقف و مسلکی ذوق کو پہنچانا اور حقائق سے آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔''

[مجلّہ صفدر جون ۲۰۱۱ء......ماہنامہ بینات شہید ناموس رسالت نمبر......تحفظ عقائد اہل سنت:۲۹۱]

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کا رجوع نامہ؟

گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ شیخ محمد بن علوی مالکی کی کتاب ''مفاہیم'' کے اردو ترجمہ اور مولانا ہزاروی کی طرف منسوب رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' کی اشاعت کے بعد ملک بھر کے علماء و محققین نے علوی مالکی اَفکار پھیلانے والوں کا بھرپور تعاقب کیا۔ اور ہر طرح اِن حضرات سے گذارش کی جاتی رہی کہ حق اور اہلِ حق کے ساتھ ہو جائیں۔ لیکن یہ حضرات اصلاحِ احوال کے بجائے اپنے موقف کے دفاع میں کوشاں رہے۔ سرکردہ حضرات میں سے صوفی محمد اقبال صاحب مدینہ منورہ میں اور مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ جبکہ مولانا ہزاروی تنہا پاکستان میں تھے جو اہلِ حق اکابر کی ناراضگی کے باوجود صوفی محمد اقبال صاحب کو کسی صورت چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ تقریباً سات (۷) سال اِسی کشمکش میں گزر گئے۔ اور افکارِ علوی مالکی کا تعاقب کرنے والے بعض اکابر بھی اِن حضرات کے اصلاح احوال کی خواہش دِل میں لیے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بالآخر جب صوفی محمد اقبال صاحب نے دنیائے فانی سے کوچ کیا تب مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ نے ایک تحریر کے ذریعے یہ تاثر دیا گیا کہ وہ ''اصلاحِ مفاہیم'' اور رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' میں درج افکار سے رجوع کر چکے ہیں۔ لیکن اُس تحریر میں نہ تو اُن اَفکار سے رجوع کا ذکر تھا۔ اور نہ ہی اکابر اہل سنت دیوبند کے حقیقی موقف کا بیان۔ محض لفاظی تھی۔

نیز مولانا ہزاروی مدظلہ نے اپنی تحریر قضیہ سے متعلق اکابر (مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی عبد الواحد مدظلہم) کے پاس لے جانے اور اُن سے تائید حاصل کرنے کے بجائے اُن اکابر کے پاس بھیجی جو یا تو سرے سے قضیہ سے متعلق ہی نہیں تھے یا اُنکی ترجیحات مختلف تھیں، اور یا پھر اُن کو مولانا ہزاروی مدظلہ سے عقیدت تھی جو اُن کی تحریرات کے باوجود برقرار تھی۔

سوائے مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کے، اُنھوں نے بھی بعد میں مولانا ہزاروی مدظلہ پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا تھا۔ یا مولانا مفتی محمد تقی مدظلہم کے جنھوں نے اِسے 'رجوع' قرار ہی نہیں دیا۔ باقی حضرات نے اِن حضرات سے اختلاف ہی نہیں فرمایا تھا۔ مزید تفصیل اِسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

حیرت کی بات ہے کہ نقد واختلاف کرنے والے اکابر کون تھے اور تائیدات کن سے حاصل کی جارہی ہیں؟ سبحان اللہ!! اِسے کہتے ہیں سوال گندم جواب چنا۔ زید کا جھگڑا اور قضیہ تو تھا عمرو سے، لیکن صلح کے لیے پہنچ گیا بکر کے پاس، عمرو راضی ہو نہ ہو، بکر راضی ہوگیا۔ بس ''قضیہ ختم''۔ لہٰذا رسالہ شائع کر دیا گیا ''قضیہ کا خاتمہ''۔ اور پھر قضیہ سے غیر متعلق شخص بکر اور اُس کے دوست احباب کا ایک جم غفیر جس کا کوئی جھگڑا ہی نہیں تھا، اُن سے صلح اور راضی نامہ کا اظہار کر کے کہا گیا کہ: جی! سب راضی ہوگئے۔ سب نے صلح کر لی۔

اَصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات خود بھی اُس رجوع نامہ سے مطمئن نہیں تھے۔ اور جانتے تھے کہ ہم نے جن اَفکار کی اشاعت کی تھی اِس تحریر میں اُن سے رجوع نہیں ہے۔ اِس لیے حقیقت حال سے واقف اکابر کی خدمت میں جانے کے بجائے حقائق سے لاعلم بزرگوں کی تائیدات حاصل کیں اور اُن کا نام استعمال کر کے عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کی۔

مولانا نثار حسینی صاحب کی ناانصافی:

یہ نام نہاد رجوع نامہ مولانا نثار احمد نے کئی مرتبہ شائع فرمایا۔ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی وفات کے سات سال بعد ۲۰۱۶ء میں اِس کا جو ایڈیشن شائع ہوا اُس میں مولانا نثار صاحب نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے ایک جوابی مکتوب کو مولانا ہزاروی مدظلہ کے 'رجوع نامہ' کی تائید کے طور پر نقل کر کے عوام وخواص کو مغالطہ بھی دیا ہے اور اپنی ایک غلط بیانی پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش بھی کی ہے۔ اِس لیے کہ حضرت رحمہ اللہ کی وہ تحریر مولانا ہزاروی کے 'رجوع نامہ' کی تائید میں نہیں بلکہ اُن کے کسی خط کا جواب ہے۔ جس کے بارے کوئی بھی بات حتمی طور پر اُس وقت تک نہیں کہی جاسکتی جب تک وہ خط سامنے نہ لایا جائے۔

البتہ ہماری معلومات کے مطابق اتنی بات ضرور ہے کہ اپنا عقیدہ وموقف پوشیدہ رکھنے اور اُس کی دوٹوک وضاحت نہ کرنے والوں نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ سے اپنے 'رجوع نامہ' کی عبارت بھی چھپا کر رکھی۔ اور اُن کو فقط زبانی اطلاع دی کہ: ''رجوع کر لیا ہے۔'' ورنہ اُسی تحریر پر حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے دستخط سرفہرست ہوتے۔ نیز جس وقت یہ حضرات حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے اُس وقت وہاں موجود ایک صاحب نے بتایا کہ: انہوں نے زبانی ہی اطلاع دی تھی۔ کوئی تحریر حضرت کو نہیں دکھلائی۔ اور مولانا نثار صاحب خود بھی لکھتے ہیں:

''حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اِس اعلان رجوع پر اتنی مسرت کا

اظہار فرمایا کہ جب انہیں حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم نے یہ خبر پہنچائی تو خوشی سے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو گلے لگا لیا۔'' [مضمون محررہ برائے مجلّہ المصطفیٰ بہاول پور]

معلوم ہوا کہ ''رجوع نامہ'' کی عبارت کو حضرت رحمہ اللہ کو دکھلائی ہی نہیں گئی۔ فقط زبانی اطلاع پر اکتفا کیا گیا۔ اس کے باوجود حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا نثار صاحب نے ایک مقام پر لکھا کہ: ''(حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے) تحریراً بھی اس رجوع کی تائید وتصدیق فرمائی۔'' لیکن جب مولانا نثار صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ تحریر دکھلایئے، تو پانچ چھ سال انتظار کے باوجود اُنہوں نے وہ تحریر نہ دکھلائی۔ البتہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کے حالیہ ایڈیشن میں اُنہوں نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا ایک جوابی مکتوب شائع کیا ہے۔ اور یہ تاثر دیا ہے کہ یہ مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع نامہ کی تائید میں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر تائید میں ہوتا تو مولانا نثار صاحب حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں اُسے شائع کرتے۔ اُنہوں نے اپنے رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کے جو ایڈیشن حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی زندگی میں شائع کیا اُس میں حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی کوئی تحریر شائع نہیں کی۔ حالانکہ وہ جوابی مکتوب رمضان ۱۴۲۱ھ کا ہے۔ مولانا نثار صاحب کے مرتبہ رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۲ھ میں شائع ہوا۔ اور اس کے بعد بھی تقریباً دس (۱۰) سال حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ حیات رہے۔ لیکن مولانا نثار صاحب نے حضرت رحمہ اللہ کی تحریر شائع نہیں کی۔ اَب حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اُن کے ایک جوابی مکتوب کو 'رجوع نامہ' کی تائید قرار دینا ناانصافی اور دیانت کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

نیز مولانا نثار صاحب کے مرتبہ رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کے تازہ ایڈیشن میں بعض حضرات اکابر کی تحریرات میں بھی اِس بات کا تذکرہ ہے کہ ''امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کے رجوع کی تائید وتحسین فرمائی۔'' ظاہر ہے کہ اِس قسم کی تمام تحریرات کی بنیاد مولانا نثار صاحب کی غلط بیانی پر ہے۔ اِس لیے اُن کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ جب حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے وہ 'رجوع نامہ' دیکھا ہی نہیں تو تائید وتحسین کیسی؟ اور جو حضرت رحمہ اللہ کا جوابی مکتوب ہے وہ مولانا ہزاروی مدظلہ کے خط کا جواب ہے۔ رجوع نامہ کی تائید نہیں۔

اور بالفرض مغالطہ دہی اور ہوشیاری کے ذریعے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی تائید وتصویب حاصل کر بھی لی ہو تو اِس سے کوئی جنت کی ٹکٹ نہیں ملی اور نہ ہی بدعقیدگی خوش عقیدگی میں تبدیل ہو سکی۔ ہاں! چالاکی سے بدعقیدگی پر چار دِن مزید پردہ رہ گیا۔ لیکن ایک نہ ایک دِن حقیقت کھل کر رہتی ہے۔

مولانا نثار صاحب!......آیئے! حضرت امام اہل سنتؒ کے موقف پر فیصلہ کر لیجیے!

سابقہ سطور کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے نزدیک:

۱......دیوبندیوں کا بریلویوں کے ساتھ اُصولی اور عقائد کا اختلاف ہے۔

۲......شیخ محمد بن علوی مالکی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے بڑے مبتدع تھے۔

۳......ان کی تائید کرنے والے بھی اُنھی جیسے ہیں۔

۴......مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب اگر ان کی تائید کرتے ہیں تو اُن کا بھی وہی حکم ہے۔

۵......اصلاح مفاہیم میں درج اَفکار نہ صرف مسلک دیوبند کے بلکہ روحِ اسلام کے خلاف ہیں۔

۶......اصلاح مفاہیم کے مندرجات پر مفتی عبد الستار صاحب کی تنقید بالکل حق اور درست ہے۔

۷......عرس، میلاد اور تعیین وقت کے ساتھ ایصالِ ثواب بدعت ہے۔

۸......اجتماعی ذکر بالجہر کی مروجہ مجالس بدعت ہیں۔

۹......اس قضیہ سے متعلق اکابر کے مسلکی ذوق کو آئندہ نسلوں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

اب اگر مولانا نثار حسینی صاحب کو حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ اور اُن کی تحریرات پر اعتماد ہے اور حضرت کی تحریرات کو فیصل بنانے کی ہمت رکھتے ہیں تو اُن کو چاہیے کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے اِس موقف پر پہلے خود تائیدی دستخط کریں پھر اپنے ممدوح مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ سے دستخط کرائیں۔ سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ ایسا کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تو پھر حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا نام استعمال کر کے نہ حضرت کی روح کو تڑپائیں، نہ حضرت رحمہ اللہ کے متعلقین کا دِل جلائیں اور نہ ہی عوام وخواص کو اندھیرے بلکہ مغالطے میں رکھیں۔ بلکہ مغالطہ دہی کا راستہ ترک کر کے صاف صاف بات کرنی چاہیے۔ اور مسلک اہل سنت دیوبند کے متعلقین سے بھی گزارش ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں۔ ☆☆

(صفحہ نمبر 56 کا بقیہ) ہم نے عوام الناس کو یہ ذہن قطعاً نہیں دینا کہ دیوبندیت کسی خاص فتنے کی مخالفت کا نام ہے۔ بلکہ ہم نے یہ حقیقت اُن کے ذہن نشین کرانی ہے کہ دیوبندیت قرآن وسنت، جماعت صحابہ اور خیر القرون کی پوری پیروی کا نام ہے۔ اور علمائے دیوبند ہر فتنے کے خلاف یکساں برسرپیکار ہیں، اندرونی فتنہ ہو یا بیرونی۔ علمی ہو یا عملی، سیاسی ہو یا فکری، گستاخی اور ضد کی بنا پر حدے سے بڑھنے والا ہو یا محبت وعقیدت کے نام پر شرعی حدود کو کراس کرنے والا۔

ہمیں کسی بھی شخصیت سے زیادہ حق مسلک کا دفاع عزیز ہے۔

اور خدا کا دین شخصیات کا محتاج نہیں ہوتا۔ جو شخص دین کی پوری پیروی کرتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو اشاعت وحفاظت دین میں خرچ کرے گا اجر پائے گا۔ اور اُس پر خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے یہ توفیق بخشی۔ اور جو شخص شریعت مطہرہ کی پوری پیروی نہیں کرتا وہ پہلے اپنے آپ کو درست کرے پھر کسی دوسرے کی اِصلاح کی فکر کرے۔ ☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کا تحقیقی جائزہ

مولانا نثار احمد الحسینی صاحب کی ناانصافیوں اور مغالطہ آمیزیوں کی وضاحت

ملک عزیز پاکستان کے دوصوبوں (پنجاب وخیبر پختونخواہ) کے سرحدی ضلع اٹک (کے ایک شہر حضرو) سے تعلق رکھنے والے ایک عالم دین جناب مولانا نثار احمد الحسینی صاحب اپنے علاقہ میں مماتیت و غیر مقلدیت کے تعاقب کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔لیکن اِس کے ساتھ ساتھ ہی بعض بدعات کو رواج دینے اور اُن کے لیے ہر جائز وناجائز حربہ اختیار کرنے میں بھی پیش پیش ہیں۔اور ہوشیاری وچالاکی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بلکہ مؤخر الذکر وصف میں زیادہ معروف ہیں۔اُن کے طرزِ عمل سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود اُن کو بھی اِس پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو 'ذہانت' سے نوازا ہے۔اور اس ذہانت کے بل بوتے پر تیز طراری، ہوشیاری، چالاکی اور اِن سے بلند درجے کی بعض صفات گویا کہ اُن کی پہچان بن چکی ہیں۔مگر افسوس یہ ہے کہ اُن کی یہ تمام صفات بے موقع و بے محل بلکہ بعض بدعات کی ترویج اور بدعات کے مؤیدین چند حضرات کے بے جا دفاع وناجائز وکالت میں استعمال ہورہی ہیں۔اور اِس سارے عمل میں مولانا نثار صاحب ہوشیاری وچالاکی کے ساتھ ساتھ ناانصافی، مغالطہ آمیزی اور خلافِ واقعہ گفتگو سے کام لیتے آئے ہیں اور تاحال لے رہے ہیں۔چنانچہ اُنہوں نے ''قضیہ کا خاتمہ'' نامی اپنے ایک رسالہ میں یہی رویہ اختیار کیا ہے۔اور یہ رسالہ تین مرتبہ طبع ہوچکا ہے۔زیرِ نظر مضمون میں ہم اسی رسالہ کا تحقیقی جائزہ لے کر مولانا نثار صاحب کی بے انصافیوں اور مغالطہ آمیزیوں کو واضح کریں گے۔

قضیہ کا سیاق وسباق:

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کا پس منظر یہ ہے کہ برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اُن کے بعض خلفاء جناب صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم اور جناب مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مرحوم نے مکہ مکرمہ کے ایک رضاخانی عالم شیخ محمد بن علوی مالکی سے اپنا تعلق قائم کرلیا۔جو ایک واسطہ سے جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے۔اور علم غیب، حاضر ناظر، مختارکل وغیرہ عقائد اور عرس، میلاد، تعیین وقت کے ساتھ ایصال ثواب وغیرہ کے بارے میں خان صاحب بریلوی کے نظریات کے حامل تھے۔اور خان صاحب بریلوی سے محبت کو ''سنیت'' اور اُن سے بغض کو 'اہل بدعت' ہونے کی علامت سمجھتے

تھے۔انہوں نے 'سلفیوں کے تشدد کے ردّ' کے نام پر ایک کتاب لکھی جس میں بہت کاریگری سے اپنے مخصوص افکار بھی شامل کر دیئے۔مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کی گذارش اور اُن کے اعتماد پر بعض اکابر دیوبند نے بھی اُس کتاب پر تائیدی دستخط کر دیئے اور تقاریظ لکھ دیں۔مگر حقیقت حال کا علم ہونے پر انہوں نے اپنی تقاریظ اور تائیدات واپس لے لیں۔ فلله الحمد.

لیکن صوفی اقبال صاحب اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے بجائے اُس کتاب اور مؤلف سے سے براءت کرنے کے اُن کا دفاع شروع کر دیا۔اور کتاب کا اردو ترجمہ ''اصلاحِ مفاہیم'' کے نام سے پاکستان میں شائع کروایا۔پھر ایک رسالہ جس میں عرس، میلاد وغیرہ کا جواز تھا اور اکابر اہل سنت دیوبند خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرف ان بدعات کی نسبت کی گئی تھی، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کے نام سے پاکستان میں شائع ہوا۔اِس سارے عمل میں صوفی اقبال صاحب، مکی صاحب، ہزاروی صاحب، حافظ صغیر صاحب، انیس احمد صاحب اور مولانا احمد عبدالرحمٰن صاحب شریک تھے۔

اکابر اہل سنت دیوبند نے اُس کتاب ورسالہ کا تعاقب کیا اور خوب واضح کیا کہ ان دونوں میں بہت سی چیزیں اکابر اہل سنت دیوبند کے موقف ومسلک کے بالکل خلاف اور جناب خان صاحب بریلوی کے نظریات پر مشتمل ہیں۔تعاقب وتردید کرنے والے اکابر میں مرشدی قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا مفتی عبدالستار، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہم اللہ اور مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم وغیرہ شامل تھے۔لیکن 'اصلاح مفاہیم' اور رسالہ 'اکابر کا مسلک' طبع کرانے والے تمام حضرات اکابر دیوبند کے بجائے شیخ محمد بن علوی مالکی کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔اور موقع محل کے مطابق اُن کی وکالت، دفاع یا خاموش تائید پر ڈٹ گئے۔

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کا رجوع اور اُس کا حقیقی مفہوم:

اِس قضیہ کے اَصل بانی ومحرک جناب صوفی اقبال صاحب جب تک حیات رہے، تب تک یہی صورتِ حال رہی۔البتہ اُن کی وفات کے بعد مؤیدین کے طریقہ کار میں کچھ فرق آ گیا۔مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب تو آخر دم تک محمد بن علوی کی جملہ تحریرات ونظریات کو درست مانتے وکہتے رہے۔[دیکھیے تحفظ عقائد اہل سنت: ۱۴۵] جبکہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ نے پاکستانی علماء ومشائخ اور عوام کے دباؤ کے پیش نظر رجوع کے نام سے ایک تحریر تیار کی۔جس میں نہ تو شیخ محمد علوی مالکی یا اُن کے اَفکار کے بارے میں کوئی حکم تھا، نہ اُن سے براءت۔اور نہ ہی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرف منسوب بدعات کی تردید تھی۔البتہ شیخ محمد علوی مالکی کے طریقے کے موافق لفاظی بھی خوب تھی اور گھماؤ پھراؤ بھی بہت۔جس کا ظاہری مطلب تو یہ تھا کہ:

''بندہ اکابر دیوبند کا اندھا مقلد ہے۔اور ہر اعتبار سے اُنہی کے مسلک پر مضبوطی سے کاربند ہے۔اور اُن کے مسلک کے خلاف ہر چیز کو غلط سمجھتا ہے۔''

لیکن حقیقی مفہوم یہ تھا کہ:

''عرس ومیلاد وغیرہ افعال میں اکابر دیوبند کا صحیح مسلک وہی ہے جو ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا تھا۔گویا جو کچھ ''رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب'' میں لکھا تھا اکابر دیوبند کا مسلک وہی ہے۔اور ہم اکابر دیوبند کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہیں۔'' پھر رجوع کس چیز سے ہوا؟

بدعات سے اکابر کو بری کرنا بھی ضروری ہے:

مولانا ہزاروی مدظلہ نے اپنی اس تحریر میں ظاہری طور پر یہ تاثر دیا کہ وہ بدعات سے بری ہیں۔گویا بدعات سے ''اپنی'' براءت ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔لیکن اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرف جو بدعات منسوب کی تھیں اُن سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن صاف نہیں کیا۔یہ کتنی عجیب بات ہے کہ خود بری نہ ہونے کے باوجود ''اپنی'' براءت ظاہر کر رہے ہیں اور اپنے شیخ ومرشد کے بری ہونے کے باوجود اُن کی براءت کا اعلان نہیں کرتے۔۔۔!! لہٰذا اُن سے درخواست ہے کہ اکابر کو بدعات سے بری کیجیے!

صرف تقریظ سے رجوع کافی نہیں:

نیز مولانا ہزاروی مدظلہ چونکہ اُن حضرات کے ساتھ تھے جو ''مفاہیم'' پر تقاریظ حاصل کرنے اور اُسے طبع کرانے والے تھے۔اِس لیے اُصولی طور پر اِن حضرات کے لیے صرف اپنی تقریظ سے رجوع کافی نہیں ہے۔بلکہ شیخ محمد بن علوی مالکی کے تمام باطل نظریات سے رجوع اور اُن کی مدلل تردید ضروری ہے۔ لیکن اِنھوں نے تو اپنی تقریظ سے بھی صاف صاف رجوع نہیں فرمایا۔

بدعات کی تردید نہ کرنے کا نقصان:

بدعات کی تردید کی اہمیت اِس لیے بھی بہت زیادہ ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے بہت سے ایسے مقامات ہیں جو پہلے اہل حق اکابر کے مراکز علم وعرفان اور مراکز توحید وسنت تھے،لیکن وہاں مروجہ بدعات کی تردید کا خاطر خواہ انتظام نہیں تھا جس کی وجہ سے آج وہ شرک وبدعات کا گڑھ دکھائی دیتے ہیں۔ لہٰذا عوام اہل سنت کے افکار کی حفاظت کے لیے تمام کی بدعات کی نام بنام تردید انتہائی ضروری ہے۔

لائق تحسین اقدام: رجوع پر تائیدات کے حصول کا اہم سبب:

البتہ ایک اقدام مولانا ہزاروی مدظلہ کا واقعی قابل تحسین اور لائق مبارک باد تھا۔وہ یہ کہ اُنہوں نے اُس کتاب ورسالہ دونوں کی اشاعت بالکل بند کر دی۔ اِس سے اختلاف وانتشار کا بڑا دروازہ بند ہوا۔

الحمد لله ۔فجزاہ اللہ أحسن الجزاء ۔اور مولانا ہزاروی مدظلہ کی تحریر کے 'ظاہری مفہوم' کے ساتھ یہی وہ اِقدام تھا کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے 'رجوع' پر بعض اکابر سے تائید حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

چنانچہ اِن حضرات نے حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ سے اُس رجوع نامہ کی تائید حاصل کی۔اُن کی تائید دیکھ کر اُن کے اعتماد پر حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ اور بعض دوسرے حضرات نے بھی تائیدی دستخط فرمادیئے۔لیکن بعد میں جب مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ نے دیکھا کہ اس رجوع کے بعد بھی کوئی فرق نہیں آیا تو انہوں نے صراحتاً فرمادیا کہ مولانا ہزاروی جیسے پہلے تھے ویسے اب بھی ہیں۔

[دیکھیے تحفظ عقائد: ۷۰۶]

تائیدات کے حصول کا غیر اُصولی طریقہ اور اُس کی وجہ:

اُصولی طور پر تو یہ چاہیے تھا کہ مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ سے تائید کے حصول کے بعد اس قضیہ کے متعلق دیگر اکابر مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ (مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ اُس وقت شہادت پا چکے تھے۔) اور مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم سے تائیدات حاصل کی جاتیں، لیکن اِنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ تائیدات کے حصول اور عوام الناس میں اپنا اعتماد بحال کرانے کی خاطر اُن اکابر سے رجوع کیا جنہوں نے ہزاروی صاحب وغیرہ سے اختلاف ہی نہیں کیا تھا اور وہ سرے سے قضیہ سے متعلق ہی نہیں تھے۔اور اُن کو مولانا ہزاروی مدظلہ سے نری عقیدت تھی جو اُن کی مسلک مخالف تحریرات کے باوجود برقرار تھی۔ یا وہ حضرات اکابر جنہوں نے اُس کتاب ورسالہ کو پڑھا ہی نہیں تھا کہ اختلاف کی نوعیت کا علم ہوسکے۔یا پھر وہ علماء جن کی ترجیحات مختلف تھیں یعنی میدان اور تھا لیکن عوامی مقبولت خاصی تھی۔ چنانچہ رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کے پہلے ایڈیشن محررہ ۲۹/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۰ء میں صرف مولانا مفتی عبدالستار، مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا شیر علی شاہ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی اور مولانا سید رشید الدین حمیدی رحمہم اللہ کی تائیدات ہیں۔

قضیہ سے متعلق اکابر جن سے اصل اختلاف تھا اُن سے رابطہ نہ کرنے کی وجہ یہ تھی یہ حضرات خود بھی اُس رجوع سے مطمئن نہیں تھے اور جانتے تھے کہ اِس تحریر میں رجوع نام کی کوئی چیز نہیں۔ بلکہ الفاظ کا کھیل ہے۔جس کے ذریعے مختلف اکابر سے تائیدات حاصل کرکے عوام میں اعتماد بحال کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ اُن اکابر سے بطورِ خاص تائیدات حاصل کی گئیں جن کو مختلف دینی، علمی، اصلاحی اور ملی خدمات کی بابت عوام الناس میں مقبولیت وشہرت حاصل ہے۔قطع نظر اِس سے کہ اُن کی ترجیحات مسلکی ہیں یا نہیں۔اور اِس مقصد میں یہ حضرات کامیاب رہے۔جن جن حضرات سے تائیدات حاصل ہوئیں اُن کا حلقہ احباب اِن سے مطمئن ہوگیا۔اور یہ اپنی کامیابی پر شاداں وفرحاں نظر آئے۔

حالانکہ اُصولی طور پر اِقدام انتہائی حیران کن بلکہ مضحکہ خیز ہے کہ جن سے اختلاف تھا، اُن کو مطمئن کرنے کے بجائے غیر متعلق اکابر اور عوام میں اپنا اعتماد بحال کر کے گویا اُن اکابر کو یہ پیغام دیا گیا کہ: آپ کے اختلاف کی ہمارے ہاں کوئی اہمیت نہیں۔ہم نے جیسے کیسے عوام اور قضیہ سے غیر متعلق علماء ومشائخ میں اپنی ساکھ بحال کر لی ہے۔اور ان کی غیر مسلکی ترجیحات کے باوجود ہم پر ان کا مسلکی اعتماد ہمیں کافی ہے۔عزیزم صاحبزادہ حمزہ احسانی سلمہ نے اِسے یوں لکھا ہے کہ:

''حیرت کی بات ہے کہ نقد و اختلاف کرنے والے اکابر کون تھے اور تائیدات کن سے حاصل کی جا رہی ہیں؟ سبحان اللہ!! اِسے کہتے ہیں سوال گندم جواب چنا۔زید کا جھگڑا اور قضیہ تو تھا عمرو سے، لیکن صلح کے لیے پہنچ گیا بکر کے پاس، عمرو راضی ہو نہ ہو، بکر راضی ہو گیا۔بس ''قضیہ ختم''۔لہٰذا رسالہ شائع کر دیا گیا ''قضیہ کا خاتمہ''۔اور پھر قضیہ سے غیر متعلق شخص بکر اور اُس کے دوست احباب کا ایک جم غفیر جس کا کوئی جھگڑا ہی نہیں تھا، اُن سے صلح اور راضی نامہ کا اظہار کر کے کہا گیا کہ: جی! سب راضی ہو گئے۔سب نے صلح کر لی۔''

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' کی اشاعتِ اَوّل اور اُس کا حال:

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ کی یہ تحریر مولانا نثار الحسینی صاحب نے ''قضیہ کا خاتمہ'' نامی رسالہ میں شائع کی۔اور بعض تائیدات بھی شامل کیں۔جن کے نام گزر چکے ہیں۔اس رسالے میں مولانا نثار صاحب نے ناانصافیوں اور مغالطہ آمیزیوں کے گویا ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ہم چند ایک کا جائزہ لیں گے۔

پہلی ناانصافی: نظریاتی اختلاف کو'آپس' کا اختلاف قرار دینا:

مولانا نثار صاحب کی پہلی نا اِنصافی یہ ہے کہ انہوں نے رسالہ کے ٹائٹل پر لکھا کہ: ''جماعت اہل سنت دیو بند کے آپس کے ایک حالیہ قضیہ کا خاتمہ''۔حالانکہ ایک طرف اکابر دیو بند کے مسلک کو ماننے والے لوگ تھے اور دوسری طرف شیخ محمد بن علوی مالکی کے نام پر جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے نظریات کا پرچار کرنے والے لوگ۔کیا احمد رضا خان صاحب اور شیخ محمد علوی مالکی اور اُن کے مؤیدین سب 'اہل سنت' اور 'دیو بند' میں شامل ہیں؟ ہر گز نہیں! سنت اور بدعت کا جوڑ ہی کیا ہے؟ لیکن مولانا نثار صاحب نے چونکہ ساری عمارت ہی نا انصافی پر کھڑی کرنی تھی، اِس لیے بنیاد کے پتھر بھی نا انصافی کے ہی رکھے۔ ٹائٹل کے علاوہ رسالہ کے اندر بھی مولانا نثار صاحب نے جابجا مفاہیم کے مؤیدین کو اہل سنت دیو بند باور کرانے کی کوشش کی ہے۔حالانکہ رضا خانی نظریات کی تائید کرنے والا دیو بندی رہتا ہی کب ہے؟

دوسری نا اِنصافی: اَصل اختلاف کی بقا کے باجود قضیہ کا ''خاتمہ'' نام رکھنا:

مولانا نثار صاحب نے رسالے کا نام رکھا ہے 'قضیہ کا خاتمہ'۔حالانکہ ہم اِس پر روشنی ڈال آئے ہیں کہ جن اکابر نے اختلاف کیا تھا اُن کا اختلاف بدستور برقرار ہے۔پھر قضیہ کا 'خاتمہ' کیسا؟ جب شیخ علوی

مالکی اور اُن کے اَفکار کا کوئی حکم ہی بیان نہیں کیا گیا۔ اُن کے اَفکار سے براءت بھی نہیں گئی۔ مولانا زکریا رحمہ اللہ کی طرف منسوب بدعات کی تردید بھی نہیں کی گئی تو اختلاف تو وہیں کا وہیں رہا۔ خاتمہ کس چیز کا ہوا؟ محض ''قضیہ کا خاتمہ'' لکھ دینے سے تو خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بہرحال یہ مولانا نثار صاحب کی دوسری نااِنصافی ہے۔

تیسری نااِنصافی: شیخ محمد بن علوی مالکی کو اہل سنت میں سے باور کرانا:

مولانا نثار صاحب نے شیخ محمد بن علوی مالکی کو مالکی المسلک، علماء دیوبند کا شاگرد و مداح، دیوبند کا فیض یافتہ اور سلفیوں کا مخالف باور کرایا ہے۔ جس سے یہ تاثر ملتا ہے وہ اہل سنت میں سے ہیں۔ (بلکہ طبع سوم میں تو اُن کے نام کے ساتھ باقاعدہ پوری دعائے رحمت لکھی ہے۔ [ص:٦]) حالانکہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل وغیرہ عقائد میں وہ اہل سنت کے مسلک کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ [تحفظ عقائد:۱۴۴] لیکن مولانا نثار صاحب نے نفس مسئلہ کو کمزور کرنے اور مسئلہ کی اصل حیثیت چھپانے کی وجہ سے اُن کی حقیقت نہیں لکھی۔

چوتھی نااِنصافی: اختلاف کو 'اخلاص' پر مبنی قرار دینا:

مولانا نثار صاحب لکھتے ہیں: ''مگر چونکہ آپس کا یہ اختلاف اخلاص پر مبنی تھا، اس لیے جانبین میں اصلاح کی کوشش جاری رہی۔'' میں مولانا نثار صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ اختلاف 'اخلاص' پر مبنی تھا اور مولانا ہزاروی مدظلہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تو اب تک انہوں نے اپنا مسلک واضح کیوں نہیں کیا؟ اور اگر اَب بھی وہ اپنے سابقہ موقف کو درست سمجھتے ہیں تو اُس کا اظہار کیوں نہیں کرتے؟ اور آخری بات یہ ہے کہ اِس 'اخلاص' کا اظہار صوفی اقبال صاحب کی وفات کے بعد ہی کیوں ہوا؟ اِس سے قبل سات سال تک یہ 'اخلاص' کہاں تھا؟ بہرحال مولانا نثار صاحب کا اختلاف کرنے والوں کو 'مخلص' کہنا نا انصافی ہے۔

پانچویں نا انصافی: ایک جانب کی تحریروں پر اکتفا کرنا:

مولانا نثار صاحب نے مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا ہزاروی مدظلہ کی بعض تحریرات نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ حضرات اصلاح کے طالب رہے۔ لیکن دوسری طرف سے مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہما اللہ اور مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کے جوابات اور اُن جوابات پر مکی ہزاروی صاحبان کے ردعمل سے نظریں چرا گئے کہ کہیں حقیقت حال نہ کھل جائے۔ یہ صریح نا اِنصافی اور جانبداری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات محض وہ اصلاح چاہتے تھے جو اِن کی تحریرات کے مقصود کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے واضح طور پر لکھا کہ ہر ممکن اصلاح کی جائے گی ''بشرطیکہ مقصودِ رسالہ کے خلاف نہ ہو۔'' [تحفظ عقائد:۵۰۱] جب رسالے کا مقصود ہی بدعات کی ترویج ہو تو مقصود سے ہٹ کر کیا اصلاح ممکن ہے؟ اِسی لیے مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ نے لکھا تھا کہ: ''احقر کے نزدیک مجموعی حیثیت

سے سارا ہی رسالہ دفن کرنے کے قابل ہے۔اور اس سے سراپا بریلویت پھیلے گی، اس کا شائع کرنا حرام ہے۔''
[تحفظ عقائد:۶۶۷] مولانا نثار صاحب نے ایک جانب کی ادھوری تحریرات نقل کر کے نا اِنصافی کی۔

چھٹی نا اِنصافی: مویدین کی طرف سے ادھوری تلافی کو 'اِحسان' قرار دینا:

مولانا نثار صاحب لکھتے ہیں:......''اس موقع پر مذکورہ کتب کے مؤیدین کا یہ احسان جماعت دیوبند کبھی فراموش نہ کر سکے گی کہ اُنہوں نے اِن اُمور کی وضاحت اور رجوع کا اعلان کر کے اکابر دیوبند کے متوسلین کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا۔''......پہلی بات تو یہ ہے کہ اِن حضرات نے نہ تو آج تک اِن اُمور کی وضاحت کی کہ عرس ومیلا دوغیرہ کا شرعی حکم کیا ہے۔اور نہ ہی کوئی رجوع کیا۔

بالفرض اگر مان بھی لیں تو ہم مولانا نثار صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ: حضورِ والا! بدعات کو سنت باور کرانے کا 'احسان عظیم' کرنے والا کون ہے؟ پہلے سے ایک نقطہ پر جمع جماعت دیوبند کو منتشر کس نے کیا تھا؟ مسلکی اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرنے والا کون تھا؟ اِنھی کرم فرماؤں نے پہلے اکابر دیوبند کے متوسلین کے اندر پھوٹ ڈال کر اُسے پریشان کیا۔اور اب حالات کی عدم موافقت کے باعث فقط اپنی کتب کی اشاعت روک کر کہتے ہیں کہ 'احسان' کیا ہے۔!! سبحان اللہ۔!! بنی بنائی عمارت کو کوئی آدمی توڑ پھوڑ ڈالے اور پھر اس کی دو بیرونی دیواریں سیدھی کر کے کہے کہ:''میں نے احسان کیا ہے۔'' یہ کیسی نادانی کی بات ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ کرم فرمانہ صرف امت میں انتشار ڈالنے کے مرتکب ہیں بلکہ اکابر کے مسلک کو بدعات کی سیاہی سے داغدار کرنے کا 'سہرہ' بھی اِنھی حضرات کے سر ہے۔جس کا اِزالہ تاحال انہوں نے نہیں کیا۔

ساتویں نا اِنصافی: جناب صوفی اقبال صاحب کا رجوع نامہ:

مولانا نثار صاحب نے جناب صوفی محمد اقبال صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ''اظہارِ براءت اور رجوع فرما دیا تھا۔'' حالانکہ نہ تو انہوں نے شیخ محمد بن علوی مالکی اور اس کے نظریات سے اعلان براءت کیا اور نہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ اور دیگر اکابر کی طرف بدعات کی نسبت کرنے سے رجوع کیا۔بلکہ وہی طریقہ اختیار کیا جو مولانا ہزاروی مدظلہ نے کیا۔وضاحت گزر چکی ہے۔

آٹھویں نا اِنصافی: اعلان رجوع کو 'واضح' قرار دینا:

مولانا نثار صاحب لکھتے ہیں:''(مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے) واضح طور پر اعلانِ رجوع میں کوئی باک محسوس نہ فرمایا۔'' حالانکہ سابقہ سطور میں واضح ہو چکا ہے کہ مولانا ہزاروی مدظلہ نے کسی بھی چیز کی وضاحت نہیں فرمائی۔نہ محمد علوی اور اُس کے افکار کا حکم۔نہ عرس ومیلاد کی بابت اپنا موقف۔نہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی طرف بدعات کی نسبت کی تردید۔کچھ بھی واضح نہیں فرمایا۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ

داری ہے۔

غیر مفید تائیدات پر پوری عمارت:

مولانا نثار صاحب نے اس رسالہ میں چھ مختلف اکابر وعلماء کی تائیدات شامل کی ہیں۔جن پر اُن کی ساری عمارت قائم ہے۔نہایت اختصار سے اُن کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

(۱)......پہلی تائید تو مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کی ہے۔جس کی بابت ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ نے بعد میں مولانا ہزاروی مدظلہ کے احوال کو دیکھ کر فرما دیا تھا کہ:'وہ جیسے پہلے تھے اَب بھی ہیں۔کوئی فرق نہیں آیا'۔[تحفظ عقائد:۲۰۷] لہٰذا یہ تائید تو واپس ہوگئی۔

(۲)......دوسری تائید حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ اور اُنہوں نے خود بندہ کو فرمایا تھا کہ: مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کے اعتماد پر میں نے دستخط کیے تھے۔لہٰذا مفتی صاحب کی تائید کے ساتھ یہ بھی واپس۔

(۳)......تیسری تائید مولانا حنیف جالندھری کی ہے۔جس کی بنیاد گذشتہ دو اکابر کی تائید ہے۔

(۴)......چوتھی تائید مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی ہے۔اُن کے بارے میں چند اُمور ملحوظ رہیں:

۱۔اُنہوں نے اِس مسئلے میں ہزاروی صاحب وغیرہ سے اختلاف ہی نہیں کیا تھا۔

۲۔انہوں نے مفاہیم پر مولانا ہزاروی مدظلہ کی تقریظ پڑھی بھی نہیں تھی۔چنانچہ لکھتے ہیں:''کسی ایک کتاب پر دیگر بزرگوں کی تقاریظ پر اعتماد کرتے ہوئے چند کلمات لکھنے سے..''[ص:۲۰] گویا فرمانا چاہتے ہیں کہ مولانا ہزاروی نے دوسروں کے اعتماد پر تقریظ لکھی تھی۔حالانکہ مولانا ہزاروی اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

> ''ہم نے اس کو ماشاء اللہ ایسی تحقیقی کتاب پایا جس میں انہوں نے مختلف انواع کے فوائد کو علماء کے وقار اور حکماء کے انداز کا التزام کرتے ہوئے عمدہ اندازہ سے جمع کیا ہے۔فجزاہ اللہ خیرا کثیرا۔اور ہم نے دیکھا کہ جو کچھ اس میں ہے وہ مکمل طور پر متقدمین ومتاخرین جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جس پر ہم نے اپنے محدثین مفسرین،فقہاء اور محققین مشائخ کو پایا ہے۔''[مفاہیم:۲۰]

گویا مولانا ہزاروی مدظلہ نے خود مطالعہ فرما کر تقریظ لکھی ہے۔جبکہ مولانا شیر علی رحمہ اللہ اس سے لاعلم ہیں۔

۳۔مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے مولانا ہزاروی مدظلہ کے رسالہ کا ذکر ہی نہیں کیا۔

۴۔نیز مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے ہاں مسلکی معاملات کو اِس قدر اہمیت ہی حاصل نہیں تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک مودودی عالم کی کتاب ''معین القاری'' پر تائیدی تقریظ لکھ دی تھی۔اور اُن سے مماتیوں کے جلسوں میں شرکت بھی ثابت ہے۔لہٰذا ان کی تائید بھی آپ کے مفید نہیں۔اگرچہ عوامی حمایت حاصل کرنے میں بہت مفید ہے کیونکہ اُن کا حلقہ اچھا خاصا ہے۔

مولانا نثار صاحب کے لیے اگر مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی تحریر اور عمل حجت ہے تو اُن کو چاہیے مودودیوں اور مماتیوں کی بابت بھی ایک ایک ''قضیہ کا خاتمہ'' شائع کر دیں۔ اور اُن کی کتب پر تائیدی و تعریفی تقاریظ بھی لکھا کریں اور اُن کے جلسوں میں شرکت بھی کیا کریں۔

(۵)...... پانچویں تحریر مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ کی ہے۔ اُن کا حال بھی مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ سے مختلف نہیں۔ نہ تو اُنہوں نے اِن حضرات سے ان کی تحریرات کی وجہ سے اختلاف فرمایا۔ نہ اُن کو اِن سے کوئی سوء ظن تھا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں: ''مجھے الحمد للہ اس سے پہلے بھی آپ کی ذاتِ گرامی کے متعلق حسنِ ظن تھا.. اِس بناء پر بندہ پہلے بھی سوء ظن میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔'' [قضیہ کا خاتمہ:۲۱] تو جن کو اختلاف ہی نہیں تھا، رجوع میں اُن کی تائید کا سوائے اِس کے کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ ہمیں عوامی تائید حاصل ہو جائے کیونکہ اُن کا حلقہ وسیع ہے۔ اور جن اکابر سے اصل اختلاف تھا، اُن پر ہماری افرادی برتری قائم ہو جائے۔

(۶)...... چھٹی تائید حضرت مولانا رشید الدین رحمہ اللہ کی ہے۔ وہ تو اِس سارے قضیے سے ہی لاعلم تھے۔ نہ اُنہوں نے 'مفاہیم' اور رسالہ 'اکابر کا مسلک' پڑھا اور نہ اُن کو اس کا علم تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''(منگل کو) لاہور اور پھر اسلام آباد میں آکر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی متنازعہ تقریظ اور رسالہ کے بارے میں سنا..... (بدھ کو) یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ... متنازعہ تقریظ و رسالہ سے رجوع اور براءت کرتے ہوئے اپنے اکابر کی اتباع کا حق ادا کر دیا۔'' [قضیہ کا خاتمہ:۲۲] گویا اس سے قبل اُن کو علم ہی نہیں تھا۔ لہٰذا اُن کی تائید بھی مفید نہیں۔ کیونکہ وہ نفس اختلاف سے ہی لاعلم تھے۔

یہ وہ چھ تائیدات ہیں جن کے بل بوتے پر مولانا نثار صاحب کی ساری عمارت قائم تھی۔ اَب جب اِن تائیدات کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ اِن میں سے ایک بھی نفس اختلاف میں اُن کے لیے مفید نہیں۔ ہاں دوسرے مقاصد کے لیے ضرور مفید ہے۔ تو وہ عمارت جو اِن پر قائم تھی دھڑام سے نیچے آگری۔ اور ''قضیہ کا خاتمہ'' کا 'خاتمہ' ہو گیا۔

'قضیہ کا خاتمہ' دوسری اشاعت کا تحقیقی جائزہ:

رسالہ کی اشاعت دوم جس کے عرض مرتب پر ۲۷ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۲ر اپریل ۲۰۰۱ء کی تاریخ درج ہے۔ اس میں چند مزید اکابر و علماء کی تائیدات شامل کی گئی ہیں۔ جن کی تعداد چودہ کے لگ بھگ ہے۔ قدر مشترک سب میں یہ ہے کہ یہ سب کے سب وہ حضرات ہیں جنہوں نے مولانا ہزاروی مدظلہ سے اختلاف ہی نہیں فرمایا۔ لہٰذا اِن میں کسی ایک کی تائید بھی ان کے رجوع لیے مفید نہیں۔ کیونکہ قضیہ میں یہ فریق ہی نہیں تھے۔ اور نہ فریقین نے باہمی رضامندی سے ان کو حکم یا فیصل مقرر کیا کہ دونوں جانب کا موقف سن کر کوئی فیصلہ کرتے۔ سب نے اپنی اپنی معلومات، اپنے مزاج، اپنے دائرہ کار اور حسن ظن کے مطابق جو

مناسب سمجھا لکھ دیا۔ اِس سے اُن کے حلقہ کی تائید تو حاصل ہو سکتی ہے، نفس اختلاف ختم نہیں ہو سکتا۔

چند ایک تائیدات کی مزید وضاحت:

مذکورہ بالا وضاحت اور اُصولی بات کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، لیکن توضیح مزید کے طور پر چند ایک تائیدات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ تاکہ قارئین خوب سمجھ لیں کہ اِس رسالہ کے ناشر کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ عوامی تائید زیادہ سے زیادہ حاصل ہو جائے اور اختلاف کرنے والوں پر عددی برتری قائم ہو جائے۔ بس!

(۱)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی تائید:

مولانا نثار صاحب نے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی ایک تحریر نقل کی ہے، حالانکہ وہ اُن کے لیے بالکل بھی مفید نہیں۔ کیونکہ حضرت مولانا مدظلہم کی نگاہِ باریک بین نے شاید حقیقت کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اِسے ''رجوع'' ہی قرار نہیں دیا۔ بلکہ محض ''کتاب کی اشاعت روک دینے کی رائے۔'' سے تعبیر فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''آپ نے جس کھلے دِل اور وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب روک دینے کی رائے دی اور امت کو ایک افتراق سے بچانے کی سعی محمود فرمائی۔'' [قضیہ کا خاتمہ:۲۴] اور اِس بات کا اقرار ہم پہلے کر چکے ہیں کتاب و رسالہ کی اشاعت روکنا واقعہ قابل تحسین اقدام ہے۔ اور یہی اقدام بیشتر تائیدات کے حصول کا سبب ہے۔ لہٰذا 'رجوع' کی قبولیت میں یہ تائید بھی بالکل مفید نہیں۔

(۲)......مولانا اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کی تائید:

ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ مولانا اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کے پیش نظر رِدِّ رفض اور دفاعِ صحابہ کا میدان تھا۔ اور اس کے لیے وہ دیگر تمام مکاتب فکر سے اتحاد کے نہ صرف قائل تھے بلکہ عملاً بھی کرتے تھے۔ نیز دیگر مسلکی معاملات میں اُن کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ جس کا مماتیوں نے بھی بہت ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ خیر اِس معاملے سے وہ بھی بالکلیہ لاعلم اور بے خبر تھے۔ اور مولانا ہزاروی مدظلہ سے کسی اختلاف کے روادار ہی نہیں تھے۔ نہ ہی کسی وضاحت کے متمنی۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

''چونکہ میری لائن بھی دوسری ہے اور گذشتہ چار پانچ سال قید و بند میں گزرے، اِس لیے سچی بات ہے مجھے اِس بارے میں کچھ علم نہ تھا۔.....بخدا میں تو آپ کی ذات سے اِس قدر وضاحت کا بھی متمنی نہیں تھا۔'' [ص:۲۵]

جب اُن کو علم ہی نہیں تھا۔ اُن کی لائن بھی دوسری تھی۔ وہ وضاحت کے متمنی ہی نہیں تھے تو اُن کی تحریر 'رجوع' کی قبولیت میں کس درجہ مفید ہو سکتی ہے؟ محتاج بیان نہیں۔

(۳)......مولانا معز الحق رحمہ اللہ [شیخ الحدیث: مدرسہ عربیہ ٹل، صوبہ سرحد]

حضرت کی تائید کی بنیاد پہلے ایڈیشن کی وہ چھ تائیدات ہیں جن کا حال بیان ہو چکا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”بندہ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی اور دیگر علمائے کرام کی تائید پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ بندہ بھی ان کے ساتھ متفق ہے۔“ [ص:۲۶] جب وہ چھ تائیدات آنجناب کے لیے غیر مفید ہیں تو یہ بھی اُن میں شامل ہے۔

مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور قاضی ارشد صاحب کی ناانصافی پر مولانا نثار کی خاموشی:

مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں: ”اس سے مخلصین کے دِل مسرور ہوں گے، تاہم ”میں نہ مانوں“ اور ”مریض حسد“ کے لیے کوئی دوا کارگر نہ ہوگی۔“ [قضیہ کا خاتمہ:۵۰، طبع سوم]

مولانا قاضی ارشد الحسینی مدظلہ لکھتے ہیں: ”مخلصین، محبین تو بصمیم قلب خوش اور مطمئن ہیں۔ اور حاسدین، معاندین شاید ھل لا شققت قلبه کی آواز سن کر بھی مطمئن نہ ہوں۔“ [قضیہ کا خاتمہ:۵۶، طبع سوم]

مولانا نثار صاحب نے یہ دونوں تحریریں بلانقد نقل کی ہیں بلکہ مولانا اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کی تحریر تو کتاب کے آغاز میں باقاعدہ دِکھا دِکھا کر نمایاں کر کے لگائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریرات مولانا نثار صاحب کی منشا کے مطابق ہیں۔ اور وہ اِن سے راضی ہیں۔ حالانکہ ان کی زد میں ہزاروی صاحب کے رجوع کو تسلیم نہ کرنے والے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ، مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم، مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم، مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم اور مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم وغیرہ بھی آرہے ہیں۔ نثار صاحب کو اِس پر غور کرنا چاہیے۔ ان اکابر کو 'حاسدین'، 'میں نہ مانوں' اور 'مریض حسد' قرار دینا کتنی بڑی زیادتی ہے۔!!

'قضیہ کا خاتمہ' طبع سوم کا تحقیقی جائزہ:

یہ رسالہ جب پہلی مرتبہ طبع ہوا تو بائیس (۲۲) صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں چھ تائیدات تھیں۔ چند ماہ بعد دوسری مرتبہ طبع ہوا تو اڑتیس (۳۸) صفحات پر مشتمل تھا۔ اور کل بیس تائیدات۔ اَب پندرہ (۱۵) سال بعد مولانا نثار صاحب نے اسے پورے جوش وخروش کے ساتھ سہ بارہ شائع کیا تو چوراسی (۸۴) صفحات ہیں اور بائیس (۲۲) تائیدات اور رسالہ کے ساتھ ملحق دو ضمیمہ جات میں تقریباً دس اکابر ومشائخ کی تحریرات شامل ہیں۔ البتہ اِس تازہ ایڈیشن سے اُنہوں نے مولانا قاری سیف اللہ اختر شہید رحمہ اللہ اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل مدظلہ کی تحریرات خارج کر دی ہیں۔ شاید اِس لیے اُس زمانے میں عوامی مقبولیت کے حصول کے لیے اُن کی تائیدات کی ضرورت تھی، اور اب خطرہ ہے کہ بجائے لینے کے کہیں دینے نہ پڑ جائیں۔ اُس وقت ہمارا کام نکل گیا۔ لہٰذا اَب ان کے نام خارج۔

اور جن چار حضرات کی تائیدات کا اضافہ کیا ہے اُن میں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور بقیہ السلف حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم کی تائیدات شامل ہیں۔ پہلے ان تین حضرات کی تائیدات کا جائزہ لیتے ہیں۔ پھر باقی رسالہ (پیش لفظ اور ضمیمہ جات وغیرہ) کا جائزہ لیں گے۔ ان شاء اللہ

(۱)......امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی تحریر کی بابت تفصیل قارئین اِسی شمارے میں موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ اِن حضرات نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کو رجوع نامہ کی تحریر دکھلائی ہی نہیں۔ اور کوئی خط اُنہیں لکھا، جس کے جواب کو اِس رجوع کی تائید بنا کر شائع کر ڈالا۔ اس مکتوب گرامی حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''محترم! آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر خوشی ہی نہیں، کئی خوشیاں ہوئیں۔ ناچیز کے بیٹے اور پوتے کی تعزیت...'' [قضیہ کا خاتمہ: ۴۴] معلوم ہوا کہ یہ کسی خط کا جواب ہے۔ کیونکہ 'رجوع' کے نام پر لکھی گئی تحریر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۲۔ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا وہ جوابی مکتوب بھی اِنہوں نے حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں شائع نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی وفات کے کئی سال بعد شائع کیا۔ حالانکہ اُس مکتوب (۱۴۲۱ھ) کے بعد دس سال تک حضرت رحمہ اللہ حیات رہے۔ اور حضرت کے مکتوب گرامی کے بعد ''قضیہ کا خاتمہ'' طبع بھی ہوا۔

۳۔ مروجہ بدعات سے متعلق حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی رائے یہ لوگ مانتے بھی نہیں۔

اِس لیے حضرت کی تحریر کو 'رجوع' کی تائید میں پیش کرنا تو مولانا نثار صاحب کا کھلا دھوکہ ہے۔

(۲)......رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ نے اپنے طور پر مولانا ہزاروی مدظلہ سے سوالات کیے تھے، اور اُن کے جواب سے حضرت رحمہ اللہ کو اطمینان ہو گیا تھا۔ کیونکہ مولانا ہزاروی مدظلہ یہی فرماتے تھے کہ: ''میرا وہی موقف ہے جو ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کا تھا۔'' لیکن یہ حقیقت حضرت کے علم میں نہیں تھی کہ یہ لوگ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کا نام لے کر اُن کا وہ موقف مراد لیتے ہیں جو اِنہوں نے اُن کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ چنانچہ جب یہ حقیقت حضرتؒ کے علم میں آئی تو انہوں نے صراحت سے پوچھا۔ اور مولانا ہزاروی مدظلہ صراحت سے پس و پیش کر گئے۔ تب حضرت کو اندازہ ہو گیا کہ اصل معاملہ کیا۔ حضرت رحمہ اللہ کے مولانا ہزاروی مدظلہ کے نام خطوط ان شاء اللہ جلد شائع کر دیئے جائیں گے۔ لہٰذا حضرت کی یہ تائید اُس وقت کی تھی جب حضرت کو حقیقت حال کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا 'رجوع' کے قبول

میں یہ بھی غیر مفید ہے۔

نیز اِس تحریر میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی طرف اس رجوع کی تائید و تحسین کو منسوب کیا ہے۔جس سے ظاہر ہوتا کہ مولانا نثار صاحب نے اُن سے غلط بیانی کی۔جس بنا پر اُنہوں نے ایسا لکھ دیا۔ورنہ قارئین جان چکے ہیں کہ رجوع کے نام سے لکھی گئی یہ تحریر حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کو دِکھائی ہی نہیں گئی۔

(۳)......بقیہ السلف حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم

مولانا نثار صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے خادم خاص وخلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم کی ایک تحریر بھی اِس میں شامل کی ہے۔حالانکہ اُن کا موقف اظہر من الشمس ہے۔وہ تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ سے مولانا ہزاروی مدظلہ کی خلافت ہی کو 'مشکوک' قرار دیتے ہیں۔گذشتہ سال اُنہی کی فرمائش پر بندہ نے تحریرات اکابر کا مجموعہ بنام ''تحفظ عقائد اہل سنت'' شائع کیا۔جس میں مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع کے حوالے سے اُن کا واضح موقف موجود ہے۔جو گذشتہ سال ہی لکھا گیا۔جبکہ مولانا نثار صاحب نے اُن کی جو تحریر نقل کی ہے وہ ۱۴۳۳ھ کی ہے۔یعنی پانچ سال پہلے کی ہے۔لہٰذا وہی معتبر ہے جو بعد کی ہے۔حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم لکھتے ہیں:

> مولانا ہزاروی صاحب کے رجوع پر اس قضیہ سے متعلق اکثر اکابر کو اطمینان اس لیے نہیں تھا کہ مولانا ہزاروی صاحب نے ''اختلاف وانتشار سے بچنے'' کی خاطر رجوع کیا تھا (جو اگرچہ مستحسن امر ہے۔) لیکن ''علوی مالکی کے غلط نظریات سے اظہار براءت کے لیے رجوع'' نہیں کیا جو ضروری اور اہم ہے۔[تحفظ:۷۰]

نیز چونکہ حضرت مدظلہم بحمد اللہ حیات ہیں۔اِس لیے ہم نے براہِ راست اُن سے رابطے کا سوچا۔لیکن ضعف وعلالت کی بنا پر حضرت لکھنے پڑھنے سے معذور ہیں،اس لیے ہم نے مدینہ شریف میں موجود بعض احباب سے گذارش کی ہے کہ وہ حضرت رحمہ اللہ سے اِس تحریر کی بابت دریافت کر کے بتائیں۔ان شاء اللہ حضرت کی طرف سے جواب موصول ہونے پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

بظاہر یہ لگتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کو رجوع کی تحریر دِکھائے بغیر زبانی خبر دی گئی۔جیسے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے ساتھ کیا گیا۔اور پھر اُن سے دیگر اکابر کی تائیدات کا ذکر کر کے تائیدی تحریر کا مطالبہ کیا گیا اور اُنہوں نے دیگر اکابر پر اعتماد کرتے ہوئے تحریر عنایت فرما دی۔چنانچہ لکھتے ہیں:''وقت کے اکابر علماء ومشائخ اور مفتیان کرام اسے قبول فرما چکے ہیں۔''[ص:]اور اکابر سے حاصل کی گئی تائیدات کا حال ہم پڑھ ہی چکے ہیں۔

خلاصہ بابت تائیدات:

گذشتہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ'' میں جتنے اکابر ومشائخ اور علماء کی تحریرات شائع کی گئی ہیں، اُن میں سے کوئی ایک بھی مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع نامہ کی قبولیت کی دلیل نہیں ہے۔ نہ ہی اس حوالے سے اُن کے لیے مفید ہے۔ کیونکہ

۱......مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ نے اپنی تائید واپس لے لی۔

۲......مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ نے مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کے اعتماد پر دستخط کیے۔

۳......مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے ہزاروی صاحب اختلاف ہی نہیں کیا تھا۔ نہ اُن کی مفاہیم پر تقریظ دیکھی، نہ رسالہ دیکھا۔ نیز ایک مودودی کی کتاب پر تقریظ اور مماتیوں کے جلسہ میں شرکت اُن سے ثابت ہے۔

۴......مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ نے بھی اختلاف ہی نہیں کیا تھا۔

۵......مولانا رشید الدین رحمہ اللہ کو قضیے کا علم ہی نہیں تھا۔

۶......مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے اسے 'رجوع' قرار ہی نہیں دیا۔

۷......مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کو نہ قضیے کا علم تھا نہ (اُن کے بقول) اُن کی یہ لائن تھی۔

۸......مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کو رجوع کی تحریر دکھائی ہی نہیں گئی۔ نہ اُنہوں نے اس رجوع پر کچھ لکھا۔ اُن کے ایک جوابی مکتوب کو رجوع کی تائید ظاہر کر کے دھوکہ دیا گیا۔

۹......مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کو حقیقت حال کا علم ہوا تو ہزاروی صاحب سے نالاں ہو گئے۔

۱۰......مولانا محمد اسماعیل بدات مدظلہم رجوع کو نامکمل قرار دے چکے ہیں۔

لہٰذا مولانا نثار صاحب کو اِن تائیدات پر نہیں اِترانا چاہیے۔

☆......☆......☆......☆

مولانا نثار صاحب کی کھلی غلط بیانی:

رسالہ ''قضیہ کا خاتمہ''، طبع سوم کے آغاز میں مولانا نثار صاحب لکھتے ہیں:

''اکابر علماء نے تقریظ اور رسالہ ''مسلک ومشرب'' سے اختلاف کیا تو حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم نے تقریظ اور رسالہ سے فوراً رجوع کرتے ہوئے۔'' [ص:۶]

مولانا نثار صاحب نے ''فوراً'' کا لفظ لکھ کر صریح غلط بیانی کی ہے۔ قارئین اِسی شمارے میں پڑھ چکے ہیں کہ ۹۲۔۹۳ء میں 'مفاہیم' اور رسالہ 'اکابر کا مسلک ومشرب' طبع ہوئے۔ اور ۹۳ء سے ہی اکابر کی تنقیدی تحریرات شائع ہونی شروع ہوئی۔ لیکن مولانا ہزاروی مدظلہ نے سات (۷) سال کسی رجوع کا نام ہی

نہیں لیا۔اور ۲۰۰۰ میں جب صوفی محمد اقبال صاحب کی وفات ہوگئی تو تب ''فوراً'' رجوع کے نام سے تحریر لکھی۔مولانا نثار صاحب کو چاہیے تھا کہ ایسے لکھتے''صوفی محمد اقبال صاحب کی وفات کے بعد فوراً'' تو شاید بات سچ کے کچھ قریب ہوتی۔مگر اُنہوں نے تو اکابر کے اختلاف کے بعد ''فوراً'' کا لکھا ہے۔کیا سات سال بعد کیا گیا کام ''فوراً'' ہوتا ہے؟

دار العلوم دیوبند جانے والے وفد میں مولانا ہزاروی مدظلہ شمولیت:

مولانا نثار صاحب نے مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع کی قبولیت کی دلیل کے طور پر پاکستان سے دیوبند جانے والے وفد میں اُن کی شمولیت کا ذکر بھی کیا ہے۔اِس سے اُن کے رجوع کی تائید کہاں سے نکل آئی؟ یہ تو وہی بات ہے: ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

مولانا ہزاروی مدظلہ ''وفاق المدارس'' کی مجلس عاملہ میں رکنیت:

مولانا نثار صاحب نے اِس بات کا ذکر بڑے جوش وخروش کے ساتھ کیا ہے کہ مولانا ہزاروی مدظلہ کو وفاق کی عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا۔اِس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ نے اپنے طور پر ہزاروی صاحب سے سوالات کیے اور اُن کو ہزاروی صاحب پر اعتماد ہو گیا تو اُنہوں نے عاملہ کا رکن منتخب کر لیا۔لیکن جب اُن کو حقیقت حال کا علم ہوا تو مولانا ہزاروی مدظلہ سے نالاں ہو گئے۔اگلے اقدام کا موقع نہیں آیا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ کی وفات ہو گئی۔حضرت رحمہ اللہ کے خطوط بنام مولانا ہزاروی مدظلہ سے پوری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

لطیفہ:

مولانا نثار صاحب لکھتے ہیں:

> ''اس قضیہ سے متعلق دار العلوم کراچی کے ایک فتویٰ میں حضرت مولانا محمد عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم کے اعلان رجوع کی کثیر اشاعت کا لکھا گیا تو . . .اسے ہزارہا کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔'' [ص:۶]

مولانا نثار صاحب حسب عادت یہاں بھی ''ہاتھ کی صفائی'' دِکھا گئے ہیں۔ورنہ دار العلوم کراچی کے اُسی فتوے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ:

> ''نیز مولانا نے اپنے اُس خط کے (اگر یہ اُنہیں کا خط ہے) اقتباس نمبر ۲ میں یوں فرمایا:
>
> ''لہٰذا رسالہ اکابر کا مسلک ومشرب میں بلکہ میری سابقہ کسی بھی تحریر میں کوئی لفظ یا جملہ ان محبوبین و مقبولین اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف ہو تو میں اس سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔''

اس اسلوب کلام سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ <u>مولانا موصوف اپنی تقریظ اور رسالہ کے محتویات جو بزرگان</u>

دیوبند کے موقف کے خلاف ہیں، حتمی طور پر ان حضرات کے مسلک کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ محتویات مسلک بزرگان دیوبند کے یقینی طور پر خلاف ہیں، اس لئے ان کو بجائے معلق رجوع کے صاف اور واضح انداز میں ان غلط مسائل سے رجوع کرنا چاہیے تاکہ اس سلسلہ میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

اور جہاں تک ان سے بیعت ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ اگر اپنا رجوع اس انداز سے شائع کردیں جیسا اوپر ذکر ہوا تو موصوف کی یہ تقریظ اور رسالہ جن سے رجوع فرمایا ہے بیعت کرنے والوں کے لیے بیعت سے مانع نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم'' [تحفظ عقائد:۷۰۴]

اگر کثیر اشاعت میں دارالعلوم کا فتویٰ پیش نظر ہے تو 'واضح رجوع' کے مطالبے میں بھی پیش نظر ہونا چاہیے۔ لیکن مولانا نثار صاحب چونکہ ''میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھوتھو'' کے عادی ہیں، اِس لیے دارالعلوم کراچی کے فتوے سے من پسند عبارت لے کر باقی چھوڑ دی جو ایک لطیفے سے کم نہیں۔

اختلاف باقی رکھنے پر اکابر کی تنبیہات:

مولانا نثار صاحب نے حضرت مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ، مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور جامعۃ الرشید کے ذمہ داران کے حوالے سے لکھا ہے کہ: مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع کے بعد اِس قضیہ کو چھیڑنا ''ناپسندیدہ حرکت'' ہے، ''اختلاف کی خلیج کو طول دینا'' ہے۔ اور ''از روئے شرع غیر مناسب'' ہے۔ اور ان حضرات سمیت دیگر بعض اکابر کی تحریرات ضمیمہ نمبر۲ر میں نقل کی ہیں۔

مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی بابت ہم عرض کرچکے ہیں کہ وہ مودودیوں اور مماتیوں کی کتب پر تقریظ لکھنے اور اُن کے جلسوں میں شرکت کے بھی قائل تھے۔ لہٰذا مولانا نثار صاحب اُچھل اُچھل کر اُن کا نام لینے کے بجائے ''جماعت دیوبند اور مودودیوں کے آپس کے قضیہ کا خاتمہ'' نامی ایک رسالہ بھی جلدی سے شائع کردیں۔ تاکہ انصاف اور دیانت کا بول بالا ہوجائے۔

اور اگر مولانا نثار صاحب جامعۃ الرشید کے ذمہ داران کی بات ماننا چاہتے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ جامعۃ الرشید والے تو موجودہ حالات میں مسلکی حوالے سے کسی بھی عنوان پر کوئی چیز شائع کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ بلکہ احسن الفتاویٰ سے مماتیوں کے خلاف دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ بھی خارج کرچکے ہیں۔ لہٰذا مولانا نثار صاحب کو چاہیے کہ مماتیوں اور غیر مقلدوں کے خلاف اپنی تمام سرگرمیاں فوراً روک دیں اور جو کچھ مواد شائع کرچکے ہیں اُسے ضائع کردیں۔ تاکہ جامعۃ الرشید کی پالیسی پر پورا پورا عمل ہوسکے۔ اور اگر وہ یہ نہیں کرسکتے یا نہیں کرنا چاہتے تو جامعۃ الرشید کے ذمہ داران کے نام کا ڈھنڈورا بھی نہ پیٹیں۔

رہی حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی تحریر۔ تو اُس کی حقیقت اسی شمارے میں طشت ازبام ہوچکی ہے کہ کس طرح چالاکی سے مولانا نثار صاحب نے حضرت رحمہ اللہ کا نام استعمال کیا۔ اور حضرت کو

دھوکہ دیا۔مگر جب حضرت کو حقیقت حال کا علم ہوا تو اُنہوں نے مولانا نثار صاحب سے اپنا اعتماد اور خلافت واپس لے لی۔اُمید ہے اِس کے بعد مولانا نثار صاحب حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کے نام پر کوئی غلط بیانی نہیں کریں گے۔نیز یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کو مولانا ہزاروی مدظلہ پر اعتماد تھا۔لیکن حقیقت حال کا علم ہونے پر وہ اعتماد اُٹھ گیا تھا۔

اِن تحریرات سے عنداللہ براءت ممکن نہیں:

اِس کے علاوہ مولانا نثار صاحب نے ''ضمیمہ نمبر۲'' میں حضرت مولانا مطلع الانوار رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد قاسم مدظلہم اور مولانا انوارالحق مدظلہم کی تنبیہی تحریرات بھی شامل کی ہیں۔تقریباً سبھی نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی تائید کا ذکر کیا۔جس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام تحریرات مولانا نثار صاحب اِن حضرات سے غلط بیانی کر کے لکھوائی ہیں۔کیونکہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے متعلق غلط بیانی مولانا نثار صاحب نے ہی کی ہے۔نیز ان میں مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کی تائید کا ذکر ہے جو کہ وہ واپس لے چکے ہیں۔اسی طرح دیگر حضرات کا ذکر ہے جنہوں نے ہزاروی صاحب سے اختلاف ہی نہیں کیا تھا۔لہٰذا اِن تنبیہات کے ذریعے مولانا نثار صاحب عوام الناس کو دھوکہ تو دے سکتے ہیں،لیکن عنداللہ بری نہیں ہو سکتے۔

تنبیہات کرنے والوں سے سوال:

جن اکابر نے اپنی تحریرات میں اِس قضیہ سے متعلق تحریرات کی اِشاعت پر تنبیہ فرمائی ہے اُن میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی ذات بابرکات تو ایسی تھی جو ڈنکے کی چوٹ حق سچ کہتی اور دِل کی بات زبان پر لاتی تھی۔چنانچہ جہاں وہ مولانا ہزاروی مدظلہ کا دفاع کرتے تھے وہیں مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم اور صوفی اقبال صاحب مرحوم کے لتے بھی لیتے تھے۔اِسی شمارے میں نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی صاف دلی:

جب حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کو مولانا ہزاروی مدظلہ پر بھرپور اور مکمل اعتماد تھا،تب کی بات ہے کہ اُنہوں نے ایک عریضہ میں بندہ کو سخت تنبیہ فرمائی۔حتیٰ کہ صاف صاف لکھا کہ: ''ہزاروی صاحب سے آپ کا اختلاف اُن کی مقبولیت سے حسد وغیرہ بھی ہوسکتا ہے۔'' نیز مولانا ہزاروی مدظلہ پر حضرت رحمہ اللہ کو کس قدر اعتماد تھا۔اس کا اندازہ اِس جملے سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو اُنہوں نے بندہ کے بارے میں لکھا کہ: ''مسلک اہل سنت جس کے ٹھیکیدار ہونے کے آپ مدعی ہیں۔...'' اللہ اکبر! نہ نفاق تھا نہ لیپا پوتی۔نہ مروت کے جھنجھٹ اور نہ نام نہاد رواداری۔دِل کی بات صاف زبان پر لاتے تھے۔آہ! اب ایسے لوگ کہاں ملیں گے۔ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ.

ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو اکابر کی تحریرات کو توڑ موڑ کر اپنا ہم نوا بنائیں۔ یا مولانا نثار صاحب کی طرح اپنے مطلب کی باتیں لے کر باقی کو پس پشت ڈال دیں۔ ہم الحمدللہ اُن کی تنبیہ اور ڈانٹ کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اپنی اصلاح کے لیے اُن سے راہ نمائی بھی لیتے ہیں۔

بندہ کو حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کے مزاج مبارک سے واقفیت حاصل تھی۔ اِس لیے حضرت کی تنبیہ اور ڈانٹ سے نہ برا منایا نہ دِل میں ملال ہوا۔ بلکہ یقین تھا کہ جیسے ہی حقائق حضرت کے سامنے آئیں گے حضرت کی بندہ سے خفگی رفع ہو جائے گی۔ اور مولانا ہزاروی مدظلہ سے متعلق کسی بھی تعلق کو حضرت خاطر میں نہیں لائیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جب بندہ نے حضرت رحمہ اللہ سے بالمشافہ ملاقات میں عرض کیا کہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ جو بار بار مولانا زکریا رحمہ اللہ کا ہی نام لیتے ہیں، اُس کا کیا مقصد ہے۔ تب حضرتؒ نے مولانا ہزاروی کو ایک تحریر بھیجی کہ اس پر دستخط فرما دیں۔ لیکن مولانا ہزاروی مدظلہ نے خوبصورتی سے ٹالنے کی کوشش کی۔ اُس وقت حضرت کو اندازہ ہو گیا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ ایسا سچا اور کھرا آدمی جو حق کا علم ہونے پر اُسے تسلیم کرنے میں کوئی پس وپیش نہ کرے اُسے واقعی حق ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں کو تنبیہات کرے۔ اور اُن کو صحیح ڈگر پر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ حضرت رحمہ اللہ کا تو یہ مزاج تھا کہ ظاہر وباطن ایک۔ جس غلطی سے رجوع کی وجہ سے ہزاروی صاحب پر اعتماد تھا اُسی غلطی پر ڈٹ جانے کی وجہ صوفی اقبال صاحب اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب سے سخت نالاں تھے۔

مولانا نثار صاحب اور جامعۃ الرشید کے ذمہ داران کی جانبداری:

جبکہ جامعۃ الرشید کے ذمہ داران اور مولانا نثار صاحب کا حال عجیب ہے۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ: مولانا ہزاروی سے غلطی ہوئی تھی۔ انہوں نے رجوع کر لیا۔ چنانچہ مولانا نثار صاحب لکھتے ہیں: ''غلطی ہو جانا اتنا بُرا نہیں جتنا غلط کو درست کہتے ہوئے اس پر جم جانا برا ہے۔ [ص:۶]'' جامعۃ الرشید کے ذمہ داران لکھتے ہیں: ''انسان خطا کا پتلا ہے۔ آج سے تقریباً ۱۵ سال قبل ''اصلاح مفاہیم'' پر اُن کی تقریظ اور اُن کے رسالہ 'مسلک ومشرب'' میں نظریات وعقائد کے حوالے سے کچھ قابل گرفت اُمور منظر عام پر آئے۔ [ص: ۷۷]'' ......لیکن دوسری طرف صوفی اقبال صاحب مرحوم اور مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم کے بارے یہ حضرات اپنا موقف واضح نہیں کرتے۔ حالانکہ غلطی دونوں سے ایک ہی جیسی ہوئی۔ بلکہ صوفی اقبال صاحب اور مولانا عبدالحفیظ مکی تو تقاریظ لینے والے ہیں۔ تو یہ پیمانے الگ الگ کیوں ہیں؟

یا تو صاف صاف کہیں کہ مولانا ہزاروی سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ نہ صوفی اقبال صاحب اور مکی صاحب نے کچھ غلط کیا۔ اور یا پھر اُن کی غلطی بھی تسلیم کریں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ مولانا ہزاروی مدظلہ سے غلطی ہوئی اور اُنہوں نے رجوع کر لیا۔ لیکن صوفی اقبال صاحب اور مکی صاحب کے بارے میں اپنا موقف

واضح نہیں کرتا تو وہ جانب داری اور نا اِنصافی سے کام لے رہا ہے۔

مولانا نثار صاحب کی اکابر دشمنی اور نا اِنصافی:

ہم نے تحریرات اکابر کے مجموعہ بنام ''تحفظ عقائد اہل سنت'' میں لکھا تھا کہ:

''فریق ثانی بالکل خاموش نہیں، بلکہ بھر پور تیاری، انتہائی ہوشیاری اور عیاری سے مسلسل اپنے نظریات کی اشاعت ترویج کے لیے مختلف طریقوں سے راہ ہموار کر رہا ہے اور اپنی مخالفت کے امکان کو کم سے کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ جس کے واضح ثبوت کے طور پر ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس کے موجودہ (تخریج شدہ) ایڈیشن سے اِس قضیہ سے متعلق حصے (جلد:۱، صفحہ نمبر: ۴۷۷-۵۴۳، کل: ۶۶ صفحات) کو مکمل طور پر خارج کر دیا گیا۔''

یعنی کوئی 'حضرت' ہیں جو پس پردہ رہ کر مسلسل اپنے کام میں مگن ہیں۔ ہم مولانا نثار صاحب کے بے انتہاء شکر گزار ہیں کہ اُنہوں نے خود ہی ثبوت فراہم کر دیئے کہ یہ اُنہی کا 'کارنامہ' ہے جو اُنہوں نے مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا کندھا استعمال کر کے انجام دیا ہے۔ وہی اکابر اہل سنت کی تحریرات کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اور اپنے نام کے ساتھ ''حسینی'' کا لاحقہ لگانے کے باوجود ''یزیدی'' کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور چاہتے ہیں مولانا ہزاروی مدظلہ کے نام نہاد رجوع کی آڑ میں شیخ محمد علوی مالکی، صوفی اقبال صاحب اور مکی صاحب سے متعلق تمام تحریرات بھی کتبِ اکابر سے خارج کرا دیں۔ چاہے اِس کے لیے اُن کو کسی کا نام اور کندھا استعمال کرنا پڑے، مغالطہ دینا پڑے، غلط بیانی کرنی پڑے۔ وہ سب کچھ کر گزرے ہیں۔

''چنانچہ قضیہ کا خاتمہ'' (طبع سوم کے ضمیمہ نمبر ۲ر) میں مولانا نثار صاحب نے چند خطوط شامل کیے ہیں۔ جن پر نام تو مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا ہے، لیکن 'کام' مولانا نثار صاحب کا ہے۔ ایک خط مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہم اور مولانا سلمان بنوری صاحب کے نام ہے، کہ ''بینات'' کی اشاعت خاص بیاد: مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ میں علوی مالکی کی بابت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ اور مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ کا موقف کیوں شائع کیا گیا ہے؟ اِس سے مماتیوں میں ہزاروی صاحب وغیرہ کی سبکی ہوئی ہے۔ وغیرہ۔ لہٰذا اس کی تلافی کی جائے۔

اور ایک خط مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے نام سے مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کے نام ہے۔ جس میں اُن سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ 'الخیر' کی خصوصی اشاعت بیاد: حضرت اوکاڑویؒ میں مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے مضمون میں اِس قضیہ کا تذکرہ ہے، اُسے نکال دیا جائے۔ نیز ''تجلیاتِ صفدر'' میں حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کا مکتوب بنام مولانا ہزاروی مدظلہ ہے، اُسے بھی خارج کرایا جائے۔

دو خط مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ کے نام ہیں کہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کی

دسویں جلد سے یہ سارا قضیہ نکال دیا جائے۔

یہ سب خطوط چیخ چیخ کر بتا رہے ہیں کہ یہ مولانا نثار صاحب کا کارنامہ ہے۔ کیونکہ ان میں جس ناانصافی، مغالطہ دہی اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے وہ مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ سے بہت بعید ہے۔ مثلاً:

۱......ان میں حضرت امام اہل سنتؒ کی طرف رجوع کی تائید کو منسوب کیا گیا ہے۔ جو مولانا نثار صاحب کی ہی کھلی غلط بیانی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ کی کوئی تائید رجوع پر سرے سے ہے ہی نہیں۔

۲......ان خطوط میں سارے قضیے کو ہی مولانا ہزاروی مدظلہ سے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ اور شیخ محمد بن علوی مالکی، صوفی اقبال اور مکی صاحبان کا نام گول کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی خالص مولانا نثار صاحب کا طریقہ واردات ہے۔

مولانا نثار صاحب اگر شیخ محمد بن علوی مالکی، صوفی اقبال صاحب اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کے دفاع میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ اِس قضیہ سے متعلق اکابر کی جملہ تحریرات کے ہی دشمن بن گئے۔ ورنہ اُن کے لیے انصاف کا راستہ بھی موجود تھا۔ اگر وہ دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ مولانا ہزاروی مدظلہ واقعی رجوع کر چکے ہیں تو وہ ہزاروی صاحب کے رجوع کی تحریر سب کو بھجوا دیتے کہ یہ بھی ساتھ شائع کر دی جائے۔ بس! لیکن چونکہ وہ اس رجوع کی حقیقت جانتے ہیں۔ نیز وہ شیخ محمد بن علوی مالکی، صوفی اقبال صاحب اور مولانا مکی صاحب کا بھی بہر صورت دفاع چاہتے ہیں۔ اِس لیے اُنھوں نے اکابر دشمنی کا راستہ اپنایا ہے کہ اکابر کی تحریرات ہی مٹا ڈالو!

لیکن مولانا نثار صاحب یاد رکھیں! یہ دین خدا کا ہے۔ اور خدا نے اِس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ آپ نے ''آپ کے مسائل'' سے وہ قضیہ نکلوایا، اللہ پاک نے ''تحفظ عقائد اہل سنت'' کی صورت میں تمام تحریرات کی اشاعت کا انتظام فرما دیا۔ آپ نے حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے نام پر مغالطہ دینا چاہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کے خانوادہ کے ہاتھوں آپ کی مکاری کو طشت ازبام کرا دیا۔ آپ نے مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کو مغالطہ دیا اور اُن کا نام استعمال کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی آپ کو ناکام فرما دیا۔ اَب آپ کوئی اور سبیل ڈھونڈیں، اللہ پاک اُس کی تلافی و تریاق کی اور صورت پیدا فرما دیں گے۔ ومکروا ومکر اللہ، واللہ خیر الماکرین.

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور:

مولانا نثار صاحب نے دارالعلوم مدنیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمٰن مدظلہم کی ایک تحریر بھی شامل کی ہے۔ جس میں مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع پر اطمینان کا اظہار کیا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہم العالی نے ہزاروی صاحب سے اختلاف کب کیا تھا؟ اور ہم پہلے

عرض کر چکے ہیں رجوع کی قبولیت میں صرف اور صرف اُن اکابر کی بات قبول ہے جنھوں نے اختلاف کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ دارالعلوم مدنیہ کی شوریٰ کے رکن تھے۔اور اُن کی اجازت اور نظر ثانی کے بعد دارالعلوم مدنیہ کے ترجمان 'المصطفیٰ' میں اِس قضیہ کی بابت تحریر شائع ہوئی تھی۔اور آپ حضرات کے ہی دباؤ کے جواب میں انہوں نے رسالہ کے منتظم کو سر مضبوط کرنے کا کہا تھا۔

اسی طرح دارالعلوم مدنیہ کی شوریٰ کے رکن مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم تاحال حیات ہیں۔ اُن کا موقف 'تحفظ عقائد اہل سنت' میں موجود ہے۔جو 'صفدر' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔حضرت مدظلہم سے خود بھی دریافت کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اِس قضیہ کی بابت 'صفدر' کے متعدد مضامین اُنہی کے ایماء پر شائع کیے گئے۔

اور دارالعلوم مدنیہ کے ہی ایک فاضل اور سابق مدرس جناب مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب جو خود مولانا ہزاروی مدظلہ سے وضاحت کے متمنی ہیں کہ وہ بتائیں تو سہی کہ آخر رجوع کا سبب کیا ہے؟ [۱] اختلاف امت، [۲] یا علوی مالکی نظریات، [۳] یا دباؤ؟

اِسی طرح دارالعلوم مدنیہ کے ہی ایک فاضل امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے پوتے مرشدی قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے نواسے عزیزم حمزہ احسانی سلمہ اللہ کی تحریرات بھی اِسی شمارے میں موجود ہیں۔(یہاں ایک بات کرتا چلوں کہ عزیزم حمزہ سلمہ سے بندہ اپنی مختلف تحریرات میں مدد و معاونت لیتا رہتا ہے۔کبھی مضمون میرا اپنا ہوتا ہے تحریر اُن کی ہوتی ہے۔تصحیح، کمی بیشی اور درستگی وغیرہ میں خود ہی کرتا ہوں۔کبھی وہ مجھ سے مطالبہ کر دیتے کہ فلاں عنوان پر آپ کا مضمون ہونا چاہیے۔اُس کا مواد بھی مجھے مہیا کر دیتے ہیں۔ پھر ہم باہمی مشاورت اور تعاون سے مضمون لکھ لیتے ہیں۔اِس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ میرا نام استعمال کرتے ہیں۔یا میرے نام سے مضامین لکھ کر شائع کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ میں خود اُن سے معاونت لیتا ہوں اور وہ تعاون کرتے ہیں۔بس!)

نیز دارالعلوم مدنیہ کی شوریٰ کے صدر حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ تھے۔شیخ محمد بن علوی مالکی، صوفی محمد اقبال صاحب اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہ کی بابت اُن کا موقف اظہر من الشمس ہے۔مولانا یحییٰ لدھیانوی فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ اُن سے فقط اِس لیے نالاں رہتے تھے کہ اُن کا تعلق مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب سے تھا۔اور مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع نامہ پر اُن کے دستخط مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کی تائید میں تھے۔جو واپس ہو چکی ہے۔اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ نیز مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ کا قول مطبوعہ شکل میں موجود ہے کہ: ''عقائد کے معاملے میں قاضی مظہر حسین صاحب حجت ہیں۔'' (اب خطرہ ہے کہ مولانا نثار صاحب مولانا انوارالحق وغیرہ کے نام سے خط لکھ کر حافظ صغیر صاحب کے ذریعے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ کے خطبات سے کچھ چیزیں نہ

نکلوا دیں۔ خیر! نکلوا دیکھیں! اُن کی اشاعت کا کوئی اور سبب بن جائے گا۔ ان شاء اللہ) اور مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کو مولانا ہزاروی مدظلہ کے رجوع پر اطمینان نہیں تھا۔ لہٰذا دار العلوم مدنیہ کے مہتمم صاحب کی تحریر آپ کے لیے غیر مفید ہے۔

موقف اور نظریے کے اظہار سے فرار کیوں؟

مولانا نثار حسینی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''ان حضرات نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ بدعات مروجہ پر واضح موقف لکھا جائے اور ایک ایک بدعت کی تفصیل بیان کی جائے۔ ان سے عرض ہے کہ......رجوع کی تحریر میں کسی مزید تحقیق و تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔'' [ص:۱۷]

مولانا نثار صاحب بات کا رُخ بدلنے کے ماہر ہیں۔ اُن سے ایک ایک بدعت کی تفصیل پوچھی کس نے ہے؟ چار سوال ہیں جن کا جواب ہاں یا نہیں میں دینا ہے۔ کیا چار لفظ یا چار جملے لکھنا 'تفصیل و تحقیق' کہلاتا ہے۔ ع نیت اگر خراب ہو تو بہانے ہزار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ عقیدہ اور نظریہ چھپانے کے لیے ہوتا ہے یا اظہار کے لیے؟ مسلک و مشرب ظاہر کرنے کی چیز ہے یا مخفی رکھنے کی؟ ہمارا عقیدہ کوئی ہم سے ہزار بار پوچھے ہم ان شاء اللہ ڈنکے کی چوٹ بتائیں گے۔ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ سے اُن کی زندگی میں بیسیوں لوگوں نے اُن کا عقیدہ اور مختلف بدعات سے متعلق اُن کا نظریہ پوچھا اُنہوں نے تو کبھی بھی صراحتاً جواب دینے سے پہلو تہی نہیں فرمائی۔ چاہے سائل کی نیت مسئلہ معلوم کرنے کی تھی یا حضرت کی رائے معلوم کرنے کی۔ لیکن حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا نام استعمال کرنے والے نثار حسینی صاحب اور اُن کے ممدوح اِس حوالے سے اپنے اَفکار کو ایسے چھپائے پھرتے ہیں جیسے عقیدہ نہ ہو کوئی قابل ملامت اور لائق نفرت چیز ہو۔۔! اِن حضرات کا اپنے موقف کی صراحت سے راہِ فرار اختیار کرنا بتلاتا ہے کہ: ''دال میں کچھ کالا کالا ہے۔''

مولانا نثار صاحب سے گذارش:

مولانا نثار صاحب کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اکابر کی عبارات کو موڑ توڑ کر ہم نوا بنانے، اُن کا نام استعمال کرنے، اُن کی ادھوری تحریرات کو نقل اور اُن سے اپنا من پسند مطلب کشید کر کے چوراسی (۸۴) صفحات کے رسالے پر اپنا وقت، پیسہ اور صلاحیت برباد کرنے کے بجائے چار سطروں میں چار سوالوں کے جواب لکھیں اور قصہ ختم کریں۔ ورنہ دنیا و آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ☆☆

حمزہ احسانی

رئیس المحدثین مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ.. اور.. مولانا نثار احمد الحسینی

رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری زندگی اتباع سنت اور شرک و بدعت کی تردید سے عبارت ہے۔ آپ کا مسلکی تصلب اور حمیت بیگانوں میں بھی مسلم ہے۔ اسی حمیت کا مظہر ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے خلیفہ جناب مولانا نثار احمد الحسینی صاحب [ساکن حضرو ضلع اٹک] سے اپنی خلافت بھی اِس لیے سلب فرمالی کہ وہ بعض صوفیانہ اشغال میں بدعات کی طرف مائل ہی نہیں ان کے داعی بھی ہیں۔

مولانا نثار احمد صاحب سے خلافت سلب کیے جانے کے اسباب:

حضرت رحمہ اللہ نے مولانا نثار صاحب کو خلافت، اُن کی درخواست (بلکہ اِصرار) پر اِس لیے دی تھی کہ وہ ردِ مماتیت میں فعال ہیں۔ لیکن مولانا نثار صاحب یہ بھول گئے کہ حضرت رحمہ اللہ جیسے مماتیت سے بیزار تھے ایسے ہی دیگر گمراہیوں اور بدعات سے بھی بیزار تھے۔

جب حضرت رحمہ اللہ کو معلوم ہوا کہ:

۱......مولانا نثار احمد صاحب رضاخانی نظریات کے حامل شیخ محمد بن علوی مالکی کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں۔ اور اُن سے اجازتِ حدیث کو تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔[۱]

۲......شیخ محمد بن علوی مالکی کی بدعتی نظریات پر مشتمل کتاب ”اصلاح مفاہیم“ کی تائید میں ایک عدد ”مکاشفہ“ بھی مولانا نثار صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر چکے ہیں۔[۲]

۱.. ”سوانح وافکارِ علماء چھچھ“ نامی کتاب کے صفحہ: ۱۸۲ر پر مولانا نثار احمد صاحب کے تحریرفرمودہ مضمون میں دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ شیخ محمد علوی مالکی کا نام بڑے فخر سے لکھتے ہیں۔ چنانچہ رقم طراز ہیں:

”اسنادِ علم حدیث: علم حدیث میں احقر کو مندرجہ ذیل حضرات اکابر سے نعمتِ اجازت حاصل ہے۔..نمبر۹: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ.....نمبر۱۱: شیخ سید محمد بن علوی مکی مالکی۔“ (دیکھیے عکس نمبر۱)

حالانکہ شیخ محمد علوی مالکی ایک واسطہ سے جناب احمد رضاخان صاحب بریلوی کے خلیفہ ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب، حاضر ناظر اور مختارکل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نیز محمد علوی صاحب جناب احمد رضاخان صاحب بریلوی سے محبت کو ”سنی ہونے کی علامت“ اور اُن سے بغض کو ”بدعتی ہونے کی نشانی“ قرار دیتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: تحفظ عقائد اہل سنت۔ مرتبہ مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم۔۱۲

۳......شیخ محمد بن علوی مالکی کے بدعتی اَفکار کو حلقہ اہلِ سنت دیو بند میں پھیلانے والے جناب صوفی محمد اقبال صاحب مرحوم سے بھی مولانا نثار صاحب خلافت یافتہ ہیں۔[۳]

۴......نیز مولانا نثار صاحب اِس قضیے میں طرفین میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی سوءِ ظن کو سوءِ خاتمہ کا سبب سمجھتے ہیں۔یعنی جن اکابر نے شیخ محمد بن علوی مالکی یا جناب صوفی اقبال صاحب کے خلاف لکھا ہے' مولانا نثار صاحب کو اُن کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔[۴] حالانکہ اُن اکابر میں امام اہلِ سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، قائد اہلِ سنت مولانا قاضی مظہر حسین، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی، فقیہ وقت مولانا مفتی عبدالستار، استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان رحمہم اللہ اور مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم جیسے اساطین علم وفضل اور شریعت وطریقت کے

۲۔چنانچہ لکھتے ہیں:

''ماہِ رمضان میں ایک نعت کے سماع کے وقت عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔آنسو جاری ہوگئے۔اور حالت بیداری میں حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت سے مشرف ہوا۔جی بھر کے دیدار کرتا رہا۔اِسی اثنا میں ''مفاہیم'' کے موجودہ اختلاف کے متعلق سوال کیا۔عرض کرنے پر فرمایا: ''یہ حضرات اس کو سمجھ نہیں سکے۔اس پر سختی نہیں ہونا چاہیے۔بجائے اس کے اپنے کام پر توجہ رہے۔

احقر الانام......نثار احمد الحسینی۔۱۴۱۵ھ''

(مولانا نثار احمد کی دستی تحریر کا عکس رسالے کے آخر میں موجود ہے، دیکھئے عکس نمبر۳)

جبکہ ''مفاہیم'' کے بارے میں اکابر اہل سنت دیو بند کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ کتاب علمائے اہل سنت دیو بند کے مسلک ومشرب کی ترجمان ہرگز نہیں ہے۔چنانچہ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مفاہیم میں درج مسائل مسلک دیو بند ہی کے خلاف نہیں بلکہ روح اسلام کے خلاف ہیں۔شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ کتاب ہمارے اکابر دیو بند کے مسلک ومشرب کی ہرگز ترجمان نہیں۔فقیہ العصر ترجمان دیو بند مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کتاب ''اصلاحِ مفاہیم'' مسلک علماء دیو بند کی ترجمان نہیں۔......ان میں بعض چیزیں بدعت اور بعض بدعت سے بڑھ کر ہیں۔جن حضرات کے یہ عقائد ہیں وہ اہل بدعت کے ترجمان ہیں۔استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اصلاحِ مفاہیم'' میں قرآن وسنت اور اکابر کے مسلک ومشرب کے خلاف کافی مواد پایا جاتا ہے۔مرشد العلماء حضرت سید نفیس الحسینی رقم طراز ہیں کہ: اس کتاب میں بعض عقائد بھی ایسے ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ سے متصادم ہیں۔اور دار العلوم کراچی کا فتویٰ ہے کہ: ''یہ محتویات مسلک بزرگانِ دیو بند کے یقینی طور پر خلاف ہے۔(تفصیلات کے لیے دیکھیے ''تحفظ عقائد اہل سنت'' مرتبہ مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم)

اور اِسی 'مفاہیم' کی تائید میں مولانا نثار صاحب نے کشف بیان کیا ہے کہ: ''یہ حضرات اِس کو سمجھ نہیں سکے۔اس پر سختی نہیں ہونی چاہیے۔'' یہ 'مفاہیم' کی تائید نہیں تو کیا ہے؟ ۱۲

۳۔چنانچہ لکھتے ہیں: ''اجازتِ بیعت وسلوک: بحمدہ تعالیٰ اس عاجز کو مندرجہ ذیل اکابر علیہم الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔نمبر۲: حضرت مولانا صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی رحمہ اللہ۔'' [سوانح وافکار:۱۸۳] (دیکھیے عکس نمبر۲)۔۱۲

جامعین شامل ہیں۔

۵......مولانا نثار صاحب مجالس ذکر بالجہر اور ان کے لیے وقت اور جگہ کی تعیین کے ساتھ ساتھ تداعی کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ تداعی کو مستحب سمجھتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں ایک کتاب لکھ کر شائع و تقسیم کر چکے ہیں جس میں اکابر اہل سنت دیوبند سے الگ موقف اپنایا ہے۔ اور اپنی اِس کتاب کی حضرت رحمہ اللہ کو خبر تک نہیں ہونے دی۔[۵]

۶......مولانا نثار صاحب مختلف اکابر سے مطالبہ کر کے خلافتوں کے انبار جمع کرنے اور فخر کے طور پر ان کا اظہار کرنے کے شوقین ہیں۔ [دیکھیے: سوانح علمائے چھچھ: ۱۸۳......مردِ باصفا: ۴۳۰]

۷......خلافت راشدہ کے حوالے سے مولانا نثار احمد صاحب جمہور اہل سنت کے خلاف موقف رکھتے ہیں۔ اور قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ سے مولانا نثار صاحب اِس وجہ سے سخت ناراض تھے کہ حضرت ؒ اِس عقیدے میں متصلب تھے اور اِس کی اہمیت کی بنا پر اِس کے پرچار میں اپنی زندگی وقف کیے ہوئے تھے۔ مولانا نثار صاحب نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا کہ وہ: ''صحابہ کرام پر تنقید و تنقیص کے نشتر چلانے کے مرتکب ہیں۔'' (معاذ اللہ!)[۶]

(جب اِن چیزوں کا علم ہوا) تو حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ نے مولانا نثار صاحب کو منقولہ بالا اُمور سے رجوع اور صوفی محمد اقبال صاحب کی خلافت سے اعلانیہ براءت کا حکم دیتے ہوئے ایک ''اعترافی تحریر'' دستخط کے لیے ارسال فرمائی۔ مولانا نثار صاحب نے اُس تحریر پر صاف صاف تائیدی دستخط کرنے کے بجائے اُس میں ترمیم و تبدیلی کر کے دستخط کیے۔ جب حضرت رحمہ اللہ کو مولانا نثار صاحب کا جواب موصول ہوا تو حضرت رحمہ اللہ نے اُن کو ایک اور موقع دیتے ہوئے دوبارہ وہی تحریر اِرسال فرمائی۔ لیکن مولانا نثار صاحب اُس کے جواب سے خاموش رہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے بذریعہ فون اُن سے رابطہ کیا

۴۔ چنانچہ مولانا نثار صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''بندہ حالیہ قضیہ میں کتاب ''اصلاحِ مفاہیم'' اور رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' کے کلی مباحث سے نہ متفق ہے اور نہ مؤید.....طرفین میں سے کسی ایک کے متعلق سوئے ظن کو سوئے خاتمہ کا سبب سمجھتا ہوں۔''

[ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر کا عکس شامل اشاعت ہے، دیکھیے عکس نمبر ۵]۔۱۲

۵۔ اپنے ایک مضمون ''مجالس ذکر اور مسئلہ تداعی'' [مطبوعہ ماہنامہ الحمود، جولائی ۲۰۰۱ء] میں لکھتے ہیں:

''مجالس ذکر سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب عمل ہے۔.... تعلیم و تعلم کی احادیث سے اطلاق لغوی اور اشتراک علت (مجالس تعلیم و تعلم اور مجالس ذکر دونوں کا مقصود تعلیم دین اور قربِ الٰہی ہے۔) کی بنا پر جب ذکر اللہ اور مجالس ذکر اللہ مراد لینا صحیح ہے، اور تعلیم و تعلم کی تداعی آثارِ صحابہ سے ثابت ہے تو ذکر اللہ کی تداعی بھی اسی طرح ثابت بالسنہ سمجھی جائے گی۔ [ص:۹]

تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا نثار صاحب کی کتاب۔۱۲

تو اُنہوں نے فرمایا کہ: ''میں نے جواب تیار کرلیا ہے۔ وہ کمپوزر کے پاس ہے۔'' لیکن ڈیڑھ ماہ گزرنے کے باوجود مولانا نثار صاحب کا جواب حضرت رحمہ اللہ کو موصول نہیں ہوا۔ بالآخر حضرت رحمہ اللہ سمجھ گئے کہ مولانا نثار صاحب رجوع نہیں کرنا چاہتے بلکہ محض وقت گزاری چاہتے ہیں۔ تب حضرت رحمہ اللہ نے مولانا نثار صاحب کی مانگی ہوئی خلافت بھی سلب فرمالی۔

اِن تمام باتوں کی تصریح حضرت رحمہ اللہ کے مکتوبات میں موجود ہے۔ جو اِس تحریر کے بعد دیکھے جاسکتے ہیں۔

نیز حضرت رحمہ اللہ کا آخری مکتوب اَب سے تقریباً تین ماہ قبل مولانا نثار احمد صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا۔ لیکن اُس وقت وہ بظاہر خاموش رہے۔ اور جیسے ہی حضرت رحمہ اللہ کی رحلت ہوئی، مولانا نثار صاحب نے دوسرے دن ہی یہ کہنا شروع کردیا کہ حضرت کی طرف سے آمدہ یہ سب خطوط حضرت کی طرف صرف منسوب ہیں۔ (حضرت کے نہیں، کسی اور نے لکھے ہیں۔) [۶]

سوال یہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کا پہلا مکتوب مولانا نثار صاحب کو شوال ۱۴۳۷ھ (اگست ۲۰۱۶ء کے اوائل) میں موصول ہو چکا تھا۔ تب سے اب تک پانچ ساڑھے پانچ ماہ گزر چکے ہیں۔ اگر یہ خطوط جعلی تھے تو مولانا نثار صاحب نے اُس وقت حضرت رحمہ اللہ سے براہِ راست رابطہ کیوں نہیں کرلیا کہ: ''حضرت! یہ آپ کے نام سے کون جعلی خط لکھ لکھ کر بھیج رہا ہے؟'' مولانا نثار صاحب کا حضرت رحمہ اللہ سے قریبی اور گہرا تعلق تھا۔ وہ حضرت رحمہ اللہ کے معتمد اور خلیفہ تھے۔ وہ آسانی سے حضرت کی خدمت میں حاضری دے سکتے تھے۔ اور حضرت کے صاحبزادگان، خدام وغیرہ کسی کے ذریعے بھی معلومات کرسکتے تھے۔ لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔

۶۔ چنانچہ اپنے ایک استاذ محترم کے نام جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں:

''آپ نے احقر کو مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ کی تصانیف وتحریرات کے متعلق تحریر لکھنے کا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ کا احترام مجھ پر واجب ہے، جس کا پاس میں نے الحمدللہ ہمیشہ کیا ہے۔ اور ان شاء اللہ کرتا رہوں گا۔ مگر یہ میرے بس سے باہر ہے کہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ نے صحابہ کرام اور بالخصوص خلیفہ راشد ششم حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمر [ا] بن العاصؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پر تنقید وتنقیص کے جو نشتر چلائے ہیں' اُس کی تصدیق وتائید یا حمایت میں ایک لفظ بھی لکھوں یا بولوں..... بندہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے ان عقائد پر ایمان لانے سے معذرت خواہ ہے۔ والسلام مع الاکرام، نثار احمد الحسینی، ۱۸/رج:۲/۱۴۲۰ھ''

(مولانا نثار صاحب کی دستی تحریر کا عکس شامل اشاعت ہے۔ دیکھیے عکس نمبر ۶)

[ا] حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا نام مولانا نثار صاحب کی ہمارے پاس موجود دستی تحریرات میں تقریباً ہر جگہ بغیر واو کے (عمر) ہی لکھا ہوا ہے۔ [ناقل] ۔۱۲

نیز اگر وہ خطوط جعلی تھے تو مولانا نثار صاحب نے اُن کا جواب دینے کا تکلف ہی کیوں فرمایا؟ اُن کو تو چاہیے تھا کہ براہِ راست حضرت رحمہ اللہ سے رابطہ کرتے اور معاملہ صاف ہو جاتا۔ لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا...... کیوں..؟!...... اِس لیے کہ اُن کو یقین تھا کہ یہ حضرت رحمہ اللہ ہی کے مکتوبات ہیں۔ اور اُن ہی کی طرف سے ارسال کیے گئے ہیں۔ اور وہ حضرت رحمہ اللہ کے تصلب اور مسلکی پختگی سے خوب واقف تھے۔ اِس لیے خاموشی سے وقت گزاری کا سوچ کر گھر بیٹھے رہے۔

اَب جب حضرت کا انتقال ہو چکا ہے تو مولانا نثار صاحب خوفِ خدا سے عاری ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ: یہ جعلی ہیں، یہ جعلی ہیں۔ حالانکہ مولانا نثار صاحب کی طرف سے ان خطوط کا جواب بھیجا جانا اور پھر مولانا نثار صاحب کا پانچ ماہ تک حضرت کی خدمت میں نہ جانا ہی اِس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ تمام مکتوبات بالکل اصلی اور حضرت رحمہ اللہ کے ہی ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مولانا نثار صاحب کے نام سلبِ خلافت والے خط پر حضرت رحمہ اللہ کے اپنے قلم سے ''صفدر'' کو بھیجے جانے کی تحریر موجود ہے۔ جس کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ اِس تحریر کے ہوتے ہوئے مولانا نثار صاحب کے لیے یہ کہنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ: ''حضرت کے دستخط کاپی کر کے لگائے گئے ہیں۔'' (عکس نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔)

یہ مکتوبِ گرامی حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں کیوں نہ طبع ہوا؟

کسی ساتھی کے ذہن میں یہ سوال اُبھر سکتا ہے کہ جب حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے ''صفدر'' میں اِشاعت کے لیے یہ خط بھیجا جا چکا تھا تو پھر حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی کیوں طبع نہیں ہو گیا؟ تو اصل بات یہ ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے آج سے تقریباً دو ماہ قبل مورخہ ۱۷ صفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۱۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو مولانا نثار صاحب کے نام لکھا گیا اپنا آخری مکتوب گرامی مجلّہ 'صفدر' میں اشاعت کے لیے ارسال فرمایا تھا۔ اُس مکتوب گرامی کی جو کاپی ادارہ ''صفدر'' کو موصول ہوئی اُس پر حضرت رحمہ اللہ کے اپنے قلم سے تحریر فرمودہ

۷۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے دوسرے دِن ہی بندہ کے نام اپنے ایک موبائل پیغام میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ سے منسوب خطوط میں ظفر اقبال کراچی نے جو باتیں لکھی ہیں اور اب ان باتوں کی تردید بھی ہو چکی ہے، اس کی وضاحت پر کام قریب الختم ہے۔ طبع ہونے پر آپ کو مل جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ'' [۱۶ جنوری ۲۰۱۷ء]...... اِس پر بندہ نے اُن سے عرض کیا تھا اور اَب بھی عرض گذار ہے کہ: بالفرض آنجناب کے نام یہ تمام خطوط حضرت رحمہ اللہ کے نہ بھی ہوں تب بھی حضرت رحمہ اللہ کا موقف اُن کی قدیم تحریرات و بیانات کی روشنی میں یہی ہے۔ جس کے ٹھوس شواہد اور گواہ موجود ہیں۔ جبکہ آپ کی مسلکی پوزیشن غیر واضح ہے۔ نیز ہمارے کام کی بنیاد حضرت رحمہ اللہ کی تحریرات پر نہیں، آنجناب کی اپنی تحریرات اور آپ کے نظریات پر ہے۔ لہٰذا جب تک آپ اپنے نظریات واضح طور پر لکھ کر نہیں دیں گے، تب تک آپ نظریاتی اعتبار سے مشکوک ہی رہیں گے۔ ۱۲

حکم نامہ اور مذکورہ تاریخ موجود ہے کہ:

''مجلّہ صفدر میں اِشاعت کے لیے بھیج دیا جائے۔ سلیم اللہ خان، ۱۷رصفر ۱۴۳۸، ۱۸رنومبر ۲۰۱۶ء''

لیکن جب وہ مکتوب موصول ہوا تو صفدر شمارہ ۷۰ (دسمبر ۲۰۱۶ء) پریس جاچکا تھا اور اس کا ٹائٹل بھی طبع ہو چکا تھا۔ اِس لیے اُس مکتوب کی فوری اِشاعت ممکن نہ ہوسکی۔ (البتہ ادارہ کی درخواست پر بقیہ خطوط بھی موصول ہوگئے۔) اور اُس کے بعد ''صفدر'' کا شمارہ ۷۱ر (جنوری ۲۰۱۷ء) بوجوہ بروقت شائع نہ ہوسکا۔ اِس لیے حضرت رحمہ اللہ کا وہ مکتوب گرامی جنوری فروری کے مشترکہ شمارے (شمارہ ۷۱، ۷۲) میں شائع کیا گیا۔

حضرت رحمہ اللہ اور مولانا نثار احمد صاحب کی خط وکتابت:

ذیل میں ہم حضرت رحمہ اللہ اور مولانا نثار صاحب کی مکمل مراسلت نقل کر رہے ہیں۔

مولانا نثار صاحب کے نام حضرت رحمہ اللہ کا پہلا مکتوب گرامی:

مکرم جناب مولانا نثار احمد الحسینی حفظہ اللہ　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر نے اپنی زندگی میں بعض معاصر بزرگوں کے بالمقابل اپنی دانست میں اس احتیاط کی مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اجازت وخلافت کے معاملے میں پوری احتیاط ملحوظ رکھی جائے، اسی احتیاط کا نتیجہ ہے کہ اب تک احقر سے اجازت یافتہ افراد کی تعداد آپ سمیت فقط پانچ ہے۔ آپ کا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تصلب اور ردِ مماتیت کے سلسلے میں جو سرگرمیاں رہی ہیں اسی کے نتیجے میں احقر نے آپ کے اصرار پر آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت دی تھی۔ تاکہ آپ مسلک اہل سنت پر تصلب اور فرق باطلہ کے رد میں احقر کے معتمد رہیں۔ لیکن اس وقت جو صورتِ حال سامنے آئی ہے وہ یہ ہے:

۱......آپ عالم عرب کے مبتدع شیخ محمد علوی مالکی اور ان کی بدعات کی تائید سے مملو کتاب "مفاهيم يجب أن تصحح'' کے نہ صرف مداح اور وکیل ہیں بلکہ آپ نے اس کی تائید میں ایک ''مکاشفہ'' بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کیا ہے۔ بدعات کی تائید میں کوئی مکاشفہ کب حجت ہوسکتا ہے؟ شریعت کو مکاشفات کے ردوقبول کی کسوٹی بنانا چاہیے۔ مکاشفات کو شریعت پر حکم نہیں بنایا جاسکتا۔

۲......آپ کو صوفی محمد اقبال صاحب سے بھی (باصرار) اجازت وخلافت حاصل ہے۔ (اور اس قسم کی خلافتوں اور اجازتوں کا ایک انبار آپ نے جمع کر رکھا ہے۔) جب آپ کو صوفی محمد اقبال سے خلافت حاصل تھی تو آپ نے میرے روبرو خلافت کی درخواست کیوں پیش کی؟ صوفی محمد اقبال کے متعلق میرا مسلک بالکل واضح اور مشتہر ہے۔ میں صوفی محمد اقبال کو اُس وقت سے جانتا ہوں جب وہ صرف میٹرک پاس تھے اور قیام دیوبند کے زمانے میں مجھ سے پڑھتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے حلقے کو بدعات کی طرف دھکیلنے کے ''اصل مجرم'' یہی صوفی صاحب ہیں۔

۳......جن علماء نے شیخ محمد علوی مالکی اور صوفی محمد اقبال پر کتاب وسنت کی روشنی میں نقد فرمایا، آپ نے لکھا ہے کہ آپ کو اُن کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ یہ معاذ اللہ بہت بڑی جسارت ہے۔ میں خود صوفی محمد اقبال کے خلاف لکھ رہا ہوں۔تو میرے متعلق آپ کا کیا گمان ہے؟

۴......اپنے ایک خط میں آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''خلیفہ راشد'' قرار دینا جمہور اہل سنت کے خلاف ایک اختراع ہے۔

ہم اپنے بزرگوں کے خانقاہی نظام اور سلوک وعرفان کی محبت سے بھی خوب واقف ہیں۔ہمیں ردِ شرک وبدعت کی مساعی میں اپنے بزرگوں کی خدمات پر بھی فخر ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہماری معلومات سالہا سال کے بالمشافہہ ملاقاتوں اور براہِ راست مطالعے پر مبنی ہیں۔ ہم شیخ محمد علوی مالکی اور اُن کے مداح صوفی محمد اقبال اور ان کی اتباع واذناب کی سرگرمیوں کو اپنے بزرگوں کے قائم کردہ شرک وبدعات سے پاک خانقاہی نظم سے بغاوت تصور کرتے ہیں اور اِس سلسلے میں ادنیٰ سے تسامح کو اپنے اکابر کی سو (۱۰۰) سالہ جدوجہد پر خط تنسیخ پھیر دینے کے مماثل سمجھتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا کوئی متعلق یا ارادت مند اُصول وفروعِ اہل سنت سے سرِ مو تجاوز کرے۔ اس لیے ہم آپ کو ایک موقع دیتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک تحریر روانہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس کو قبول فرما کر اس پر دستخط کر دیتے ہیں تو ٹھیک، بصورتِ دیگر ہمارا اور آپ کا تعلق برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد نہ آپ ہمارے خلیفہ رہیں گے اور نہ ہی معتمد علیہ۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کو ہمارا ساتھ منظور ہے یا آپ اپنی دیگر خلافتوں پر نازاں وشاداں ہیں۔

خط کا جواب ایک ہفتے تک آجانا چاہیے۔

جب تک یہ معاملہ ایک طرف نہیں ہو جاتا، اُس وقت تک ملاقات اور گفتگو موقوف ہے۔

جتنی باتیں ہم نے خط میں آپ کی طرف منسوب کی ہیں، اُن میں آپ کی تحریرات کی عکسی نقول اسی خط کے ساتھ منسلک ہیں۔

سلیم اللہ خان......خادم: جامعہ فاروقیہ کراچی......صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۲۵ رشوال ۱۴۳۷ھ......۳۱ رجولائی ۲۰۱۶ء

حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی تحریر:

حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مکتوب گرامی کے ساتھ یہ تحریر ارسال فرمائی اور مولانا نثار احمد صاحب سے اِس پر تائیدی دستخط کرنے کا مطالبہ فرمایا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احقر نثار احمد الحسینی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ:

۱......عالم عرب کے شیخ محمد علوی مالکی اور ان کی کتاب ''مفاھیم یجب ان تصحح ''اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے بالمقابل بدعات کی طرف مائل ہے۔

۲......شیخ محمد علوی مالکی پر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہما اللہ نے کتاب وسنت اور مسلکِ اہل سنت کی روشنی میں جو نقد کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

۳......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ ایک جلیل القدر محدث اور موحد صوفی تھے۔ اور ردِ شرک وبدعات میں اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ کے جانشین تھے۔ حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے انتقال کے بعد اُن کے بعض خلفاء صوفی محمد اقبال اور مولانا عبدالحفیظ مکی وغیرہ نے اُن کی طرف بدعات اور رسوم کی تائید میں جو کچھ منسوب کیا، وہ حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی تعلیمات اور تصانیف کے خلاف ہے۔

۴......میں نے صوفی محمد اقبال سے جو اجازت وخلافت حاصل کی تھی، اُن کے افکار ونظریات کے بعد اب مجھے اس حصول خلافت پر ندامت ہوتی ہے۔ اور میں اپنے طور پر اس خلافت سے اپنا تعلق منقطع کرتا ہوں۔ میرے لیے میرے مرشد اول حضرت مولانا زاہد الحسینی رحمہ اللہ اور مرشد حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی خلافت نہ صرف کافی ہے بلکہ مجھے اس پر فخر بھی ہے۔

۵......میں آئندہ صوفی محمد اقبال اور مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کے حلقے میں نہ کسی سے اہتمام کے ساتھ ملوں گا اور نہ ان کے ساتھ کسی مشترکہ اجلاس ومحافل میں شرکت کروں گا۔ اگر میں نے اس کے خلاف کیا تو حضرتِ والا مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی خلافت مجھ سے سلب ہو جائے گی۔

۶......''ذکر'' اللہ تعالیٰ کی یاد کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، لیکن اب مروجہ مجالس ذکر میں عادتاً ذکر بالجہر (جیسا کہ آج کل مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک آدمی کہلواتا ہے، مجمع کہتا چلا جاتا ہے۔) کا التزام کیا جاتا ہے، اور اس کی تداعی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ مزاج شریعت اور روحِ تصوف دونوں کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے شرک وبدعت سے ہمیشہ محفوظ رکھے، سنت کی اشاعت وترویج کا ذریعہ بنائے۔ اور تادم مرگ بزرگان اہل سنت دیوبند کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔ آمین''

مولانا نثار احمد صاحب کا جوابی خط:

بخدمت اقدس استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زیدمجدکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! احقر کے نام آپ کا خط ملا، مجھے انتہائی خوشی ہوئی، آپ نے

احقر کی اصلاح کی فکر فرمائی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ [8]

آپ کے خط اور ''اعتراف نامہ'' کے مندرجات کے متعلق احقر پہلے سے بھی وہی عرض کرتا رہا ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ آپ کی دینی غیرت اور مسلکی حمیت کے پیش نظر آپ سے یہی اُمید کی جاسکتی ہے کہ آپ اپنے حلقہ کے کسی بھی فرد کی کسی بھی کجی کو برداشت نہ فرماسکیں گے۔

احقر کی جو تحریرات آپ نے ارسال فرمائی ہیں، ان میں......''مکاشفہ''......''سوءِ ظن''......''سوءِ خاتمہ''......اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو تعبیرات آپ نے ارشاد فرمائی ہیں وہی درست ہیں۔ میری تحریر میں اگر کوئی ابہام ہے [9] تو وہی تعبیرات درست ہیں اور احقر بھی انہی تعبیرات کو درست سمجھتا ہے جو آپ کے خط میں ہیں۔

''اعتراف نامہ'' کے دو مقامات پر احقر نے اپنی معلومات کے مطابق چند الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

احقر ''مفاہیم'' اور ''مسلک و مشرب'' کا نہ پہلے کبھی حمایتی رہا ہے، [10] نہ اب ہے۔ اس کا اظہار کئی بار کر چکا ہوں۔ اُصولی طور پر بدعاتِ مروجہ پر بھی احقر اسی مسلک کے اتباع کو سعادت سمجھتا ہے جس کی تشریح و تعبیر آپ نے فرمائی ہے۔ اس سے انحراف یا اس میں کلی جزئی تبدیلی یا صحیح مقصد کے لیے بھی بدعات کے عنوانات کا استعمال احقر کے نزدیک ناجائز ہے۔ بعض شخصیات کے متعلق معلومات کے تشابہ کی وجہ سے احقر کوئی ذاتی رائے قائم نہیں کرسکتا اُصولی طور پر۔

احقر کے نزدیک دیوبندیت' اہل السنۃ والجماعۃ کی ترجمانی کا نام ہے۔ دیوبندیت وہی ہے جو حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے ''المهند علی المفند''، ''براهین قاطعه''، اور ''المطرقة الکرامه'' میں بیان فرمائی ہے۔ اس سے سرمو انحراف کو احقر گمراہی ضلالت سمجھتا ہے۔ [11]

آپ کی توجہات اور دعواتِ صالحہ کا متمنی ہوں۔

۸۔ مولانا نثار صاحب نے اِس بات پر تو خوشی کا اظہار کیا کہ حضرت رحمہ اللہ نے اُن کی اصلاح کی فکر فرمائی۔ لیکن کیا مولانا نثار صاحب نے حضرت رحمہ اللہ کی اُس اصلاح کو قبول بھی فرمالیا؟ نہایت افسوس ناک بات ہے کہ اِس سوال کا جواب نفی میں ہے۔۱۲

۹۔ عذرِ گناہ بدتر از گناہ، کیسا ابہام؟ اگر مولانا نثار صاحب کو اصلاحِ احوال ہی مقصود تھی تو صاف صاف کہنا چاہیے تھا کہ پہلے میرا موقف یہ تھا، جو غلط ہے۔ اب میں آپ کے حکم پر یہ موقف اپناتا ہوں۔ اور یہی صحیح ہے۔ لیکن مولانا نثار صاحب اپنی تحریر سے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ موقف تو اُن کا پہلے بھی یہی تھا، بس تعبیر غیر واضح تھی، جس کی وجہ سے مغالطہ ہوگیا۔ حالانکہ یہ بات بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ اور اِس کا خلافِ واقعہ ہونا سابقہ سطور اور مولانا نثار احمد کی اپنی تحریرات سے بالکل واضح ہے۔۱۲

۱۰۔ مولانا نثار صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ کبھی ''مفاہیم'' کے حمایتی نہیں رہے۔ حالانکہ اِس کی تائید میں ایک عدد مکاشفہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب چکے ہیں۔ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ تائید نہیں تو اور کیا ہے؟ (دیکھیے عکس نمبر ۳)۔۱۲

والسلام مع الاکرام......نثار احمد الحسینی......۳/ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ......۶/اگست ۲۰۱۶ء

مولانا نثار احمد صاحب کی مرتب اور دستخط کردہ تحریر:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم. أما بعد!

احقر نثار احمد الحسینی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ:

۱......عالم عرب کے شیخ محمد علوی مالکی اور ان کی کتاب ''مفاھیم یجب أن تصحح ''اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے بالمقابل بدعات کی طرف مائل ہے۔

۲......شیخ محمد علوی مالکی پر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہما اللہ نے کتاب وسنت اور مسلکِ اہل سنت کی روشنی میں جو نقد کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

۳......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ ایک جلیل القدر محدث اور موحد صوفی تھے۔ وہ[۱۲] شرک وبدعات میں اپنے پیرومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ کے جانشین تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد اُن کے خلفاء یا کوئی بھی اُن کی طرف کسی بھی بدعت یا رسم کو منسوب کرے جو ان کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے موقف ''المہند علی المفند'' اور ''براہین قاطعہ'' کے خلاف ہو تو یہ موقف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی تعلیمات اور تصانیف کے خلاف ہے۔

۴......میرا تعلق بیعت حضرتِ اقدس مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ سے ہے۔ اور الحمد للہ اُن ہی سے اجازت بھی ہے۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت صوفی محمد اقبال صاحب رحمہ اللہ نے بھی مجھے اجازت سے نوازا۔ اس اجازت کو میں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی نسبت سے برکت کے حصول کے لیے اپنے لیے سعادت سمجھا۔ میرے مشاہدہ اور علم کی حد تک حضرت صوفی محمد اقبال رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے عقیدہ ومسلک پر قائم رہے۔ اگر واضح شرعی ثبوت سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے مسلک سے منحرف ہو گئے تھے، کسی بدعتی سے اُنھوں نے بیعت کر لی تھی یا بدعات کے حامی ومؤید تھے تو خلافت و

۱۱۔ مولانا نثار صاحب اِن اکابر کا نام تو لیتے ہیں۔ لیکن ذکر بالجہر کی مجالس اور ان کے لیے تداعی کے سلسلے میں اِن اکابر سے بالکل مختلف موقف نہ صرف خود رکھتے ہیں، بلکہ اپنی شب وروز محنت اس موقف کی اشاعت پر صرف فرما رہے ہیں۔ اَب اِسے اگر ''سرِمو'' ہی انحراف قرار دیا جائے تو مولانا اپنے ہی فتوے کی رو سے ''ضال وگمراہ'' قرار پاتے ہیں۔ مولانا کی طرف اس لیے منسوب کیا ہے کہ ؏ ''ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔'' ۱۲

۱۲۔ یہاں ''ردِ شرک وبدعات'' ہونا چاہیے۔ غالبًا کمپوزنگ کی غلطی سے 'رد' کی جگہ 'وہ' لکھا گیا۔ ۱۲

اجازت بڑی بات ہے، میں ایسے شخص سے کسی عقیدت کا بھی روادار نہیں۔ اور نہ میں ان کے کسی اجتماع میں شرکت کروں گا۔[۱۳]

۵......مذکورہ بالا امر کی پابندی اگر میں نہ کروں، بدعات کا مؤید بنوں یا کسی بدعتی کی بدعت کی تائید کروں تو جن اکابر نے مجھے اجازت سے نوازا بالخصوص حضرت امام المحدثین مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کسی کی بھی اجازت کا مستحق نہیں ہوں، یہ اجازات مجھ سے سلب سمجھی جائیں۔[۱۴]

۶......''ذکر'' اللہ تعالیٰ کی یاد کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، لیکن اب مروجہ مجالس ذکر میں عادتاً ذکر بالجہر (جیسا کہ آج کل مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک آدمی کہلواتا ہے، مجمع کہتا چلا جاتا ہے۔) کا التزام شرعی اصطلاحی کیا جائے اور اس کی تداعی کا بھی التزام شرعی اصطلاحی کیا جائے تو یہ طریقہ مزاج شریعت اور روحِ تصوف دونوں کے منافی ہے۔

احقر اپنے مرشد حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رحمہ اللہ کے حکم سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے طریقہ کے مطابق مجلس ذکر کرواتا ہے۔ اس میں مذکورہ اُمور کا التزام نہیں ہوتا۔ ہم اسی ترتیب پر مجلس ذکر کرتے ہیں جو شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی تعمیل کردہ ہے۔ اس ترتیب میں کسی اختراع یا التزام کو جائز نہیں سمجھتا۔[۱۵]

۷......احقر کے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ کی وہی تعبیر درست ہے جسے حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے ''المهند على المفند''، ''براهين قاطعه''، اور ''المطرقة الكرامه'' میں بیان فرمایا ہے۔ اس سے سرمو انحراف گمراہی ضلالت سمجھتا ہوں۔[۱۶]

اللہ تعالیٰ مجھے شرک وبدعت سے ہمیشہ محفوظ رکھے، سنت کی اشاعت وترویج کا ذریعہ بنائے۔ اور تادم مرگ بزرگان اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

۱۳۔ موصوف نے یہاں سے مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کا نام گول کردیا ہے۔ حالانکہ حضرت رحمہ اللہ نے صوفی اقبال صاحب کے نام کے ساتھ اُن کا نام بھی لکھا تھا۔ مولانا نثار صاحب نے صوفی صاحب کے حوالے سے تو کچھ لے دے کرلی۔ لیکن مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کا تذکرہ ہی گول کرگئے۔ کیوں۔۔؟؟۔ ۱۲

۱۴۔ مولانا نثار صاحب! بےفکر رہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے اپنی خلافت سلب فرمالی ہے۔ باقی بزرگ حیات ہوتے تو وہ بھی آپ کے ''کارناموں'' کو دیکھ کر اپنی اپنی خلافت سلب فرمالیتے۔ اِس لیے ہم سلب ہی سمجھ لیتے ہیں۔ ۱۲

۱۵۔ یہ الگ بات ہے کہ جس مجلس ذکر کو حضرت لاہوریؒ اپنی زندگی میں ختم فرماچکے تھے، اسے کئی درجے بڑھا چڑھا کر مولانا نثار صاحب جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جو مجلس ذکر اُن کے ہاں صرف تعلیم اور نئے مریدین کے لیے تھی، مولانا نثار صاحب اُسے باقاعدہ معمول کے طور پر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نثار احمد الحسینی عفا اللہ عنہ......۳/ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ......۶/اگست ۲۰۱۶ء

(گزشتہ سے پیوستہ) اور جس تداعی کو اکابر ناجائز سمجھتے تھے، اُسے مولانا نثار صاحب ''مستحب'' قرار دیتے ہیں۔اس کے باوجود اختراع والتزام کی نفی کا اِس کے سوا کیا معنی باقی رہ جاتا ہے کہ مولانا نثار صاحب اپنے مرشد مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کو اِس معاملے میں بھی مغالطہ دینا چاہتے تھے؟

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کے متعلق قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۱)......(حضرت) مولانا (عبداللطیف) جہلمی مرحوم (خلیفہ مجاز: جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ) اپنے متوسلین کو ذکر وظیفہ کی تلقین وتاکید تو فرماتے تھے، لیکن ملک میں مروجہ مجالس ذکر کے طریق پر آپ نے کبھی مجلس ذکر نہیں کرائی۔ میں نے اُن سے حضرت شیخ لاہوریؒ کی مجلس ذکر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے کہا: میں صرف ایک مرتبہ شیرانوالہ آپ کی مجلس ذکر میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں فرمایا کہ مجلس ذکر میں کیوں نہیں حاضر ہوتے؟ اور نہ مجاز بنانے کے بعد کبھی حضرت نے مجلس ذکر منعقد کرنے کا حکم دیا ہے اور جہلم میں حضرت کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔لیکن وہاں کبھی بھی حضرت نے مجلس ذکر نہیں کرائی۔

(۲)......مناظر اہل سنت مولانا محمد امین صفدر صاحبؒ اوکاڑوی بھی حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت تھے، میں نے اُن سے بھی مجلس ذکر کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ: میں نے خود حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضرت ہم بریلویوں کے جماعتی ذکرِ جہر کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن حضرت خود بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور ذکر جہر کراتے ہیں۔تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: ''ہم تعلیم کے لیے ذکر جہر کراتے ہیں۔''

مجلس ذکر کی نوعیت:

ذکر اللہ تو مطلوب ومقصود ہے اور یہ روح کی غذا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا: یایھا الذین آمنوا اذکر واللّٰہ ذکراً کثیراً و سبحوہ بکرۃ و اصیلاo [الاحزاب:۴۲]

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔صبح وشام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح وتقدیس کرتے رہو۔ [ترجمہ حضرت تھانویؒ]

البتہ اختلاف تو مجلس ذکر کی نوعیت میں ہے کہ ذکر جہر ہو یا خفی۔انفرادی ہو یا اجتماعی۔

جریدہ ''الارشاد'' اٹک:

جریدہ ''الارشاد'' (اٹک) حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں شائع ہوتا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ ارشد تھے۔اب حافظ نثار احمد الحسینی ساکن حضرو ''الارشاد'' کے مدیر ہیں اور مروجہ مجالس ذکر کی نشر واشاعت گویا اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اُنہوں نے ''الارشاد'' [نومبر ودسمبر ۱۹۹۷ء] میں ایک مفصل مضمون بعنوان: ''مجالس ذکر ایک علمی اور تحقیقی جائزہ'' شائع کیا ہے اور انہوں نے یہ مضمون خدام الدین وغیرہ دوسرے رسائل میں بھی شائع کرایا ہے۔اس مضمون میں انہوں نے اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے غلط استدلالات پیش کیے ہیں۔اور بعض حوالہ جات پیش کرنے میں خیانت بھی کی ہے۔کاش کہ وہ یہ مضمون نہ لکھتے اور جو دماغ اور وقت اُنہوں نے اِس میں صرف کیا ہے (بقیہ حاشیہ آئندہ)

حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے جواب الجواب:

(گذشتہ سے پیوستہ) اور بطور ایک مشن وہ محنت کر رہے ہیں اِتنا وقت وہ اپنی اصلاح میں لگاتے تو کچھ کام بن جاتا۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور مجلس ذکر:

اُنہوں نے حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر کو بھی بطور حجت پیش کیا ہے اور بعض دوسرے حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

(۱) فعل مشائخ حجت نہ باشد۔(۲) بزرگوں کے بعض تفردات ہوتے ہیں جو قابل اتباع نہیں ہوتے۔چنانچہ حضرت لاہوریؒ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں۔چنانچہ فرمایا:

''زندہ ولی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔لیکن اولیائے کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے، میری تحقیق یہی ہے۔اور اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دینا جائز ہے۔'' [مجلس ذکر حصہ سوم:۲۶]

حالانکہ اکابر مشائخ اہل سنت دیوبند اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔چنانچہ حضرت مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''نیز اولیاء اللہ اور مشائخ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا کرے۔اور فراغت کے اوقات میں ان کے مزاروں پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرے۔'' [سلاسل طیبہ،مؤلفہ:حضرت مدنیؒ]

اور حضرت لاہوریؒ کے متوسلین اور خلفاء نے بھی غالباً حضرت لاہوریؒ کی مندرجہ تحقیق پر عمل نہیں کیا اور وہ مزارات اولیاء کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں۔

ذکر جہر کا مقصد:

(۱)......حضرت لاہوری فرماتے ہیں: ''عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں۔نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہیے نہ بہت آہستہ آہستہ۔بعض نو وارد آجاتے ہیں،جن کو اِس بات کا علم نہیں ہوتا،اِس لیے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔

تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ اُن کو روک دیا کریں۔آہستہ سے اُن کو کان میں کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔

ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے۔'' [مجلس ذکر حصہ پنجم:۱۰۸۔۲۲ جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء ایضاً ملاحظہ ہو ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء

(۲)......حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجلس ذکر فرض، واجب یا سنت نہیں ہے اور نہ ہم کسی شخص پر اسے لازم قرار دیتے ہیں،کوئی شخص اس میں شریک ہو جائے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔اگر نہ شریک ہو تو ہم اسے مجبور نہیں کرتے۔لیکن جو انسان بھی اس مجلس ذکر میں اللہ کی رضا کے حصول کے لیے شامل ہوتا ہے خالی نہیں لوٹتا۔بلکہ اللہ کی طرف سے جھولیاں بھر کر واپس ہوتا ہے۔اکٹھے ہو کر ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ بدوں کی بھی قبولیت ہو جاتی ہے۔حضرت نے ایک مرتبہ مجلس ذکر موقوف کر دی تھی اور اپنی بیماری اور بڑھاپے کا عذر پیش کیا تھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

مکرم جناب مولانا نثار احمد الحسینی حفظہ اللہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر نے آپ کے مسلکی ومشربی ذوق ومزاج کے متعلق اپنے عدم اطمینان اور ہماری طرف سے آپ کو دی گئی اجازت وخلافت کے باقی رہنے یا سلب کر لیے جانے کے فیصلے کے لیے بغرض تحقیق ایک تحریر اپنے خط کے ساتھ روانہ کی تھی، آپ نے ہماری تیار کردہ تحریر میں جو ''اصلاح'' اور ''ترمیم'' کی ہے، وہ ہمارے لیے ہرگز قابل قبول نہیں۔

ا......آپ نے صوفی محمد اقبال کی شیخ محمد علوی مالکی سے بیعت اور اُن کی طرف سے صوفی محمد اقبال کو خلافت عطا کیے جانے پر اپنے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ احقر کے لیے آپ کا یہ ''تجاہل عارفانہ'' موجب

(گذشتہ سے پیوستہ)   حالانکہ حضرت کا مزاج یہ تھا کہ انہوں نے کسی بھی حالت میں درس قرآن کا ناغہ نہیں کیا۔ مجلس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ محض اس لیے ظاہر فرمایا تھا کہ لوگ اس کو فرض یا واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔'' [خدام الدین لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۹۸ء بحوالہ مجلس ذکر ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت لاہوریؒ کی مجلس ذکر اور مروجہ مجالس ذکر میں (بھی) بڑا فرق ہے۔ اب تو مجالس ذکر خوب بلند آواز سے بلکہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ کی جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ راولپنڈی کی لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مجلس ذکر کی کیسٹ سنی ہے۔ مجلس ذکر کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کو بلا بلا کر مجلس ذکر میں شامل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی مستحب عبادت کے لیے (تداعی) لوگوں کو بلانا جائز نہیں۔ (ملاحظہ ہو۔ براہین قاطعہ از حصرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ)

ایک دفعہ لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے اجلاس میں حاضری کے بعد منچن آباد ضلع بہاولنگر کے جلسہ میں شرکت کر لیے بذریعہ ریل مولانا عبیداللہ انور صاحب کے ساتھ گیا۔ راستے میں مولانا مرحوم سے میں نے کہا کہ: یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے کہ فلاں ماسٹر کو فلاں حافظ کو فلاں صوفی کو مجلس ذکر کی اجازت دیتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ خود حضرت لاہوریؒ نے مرکز میں بھی مجلس ذکر ختم کر دی تھی، پھر ہم نے عرض کر کے مجلس ذکر جاری کرائی۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کو اس کے مفاسد پر نظر ہوئی ہوگی اور جو مروجہ مجالس ذکر کا حال ہے اگر یہ حضرت کی زندگی میں ہوتا تو آپ مجلس ذکر سے دوسروں کو بھی روک دیتے۔ کیونکہ مفاسد کی وجہ سے امر مستجب بھی بدعت قرار دیا جاتا ہے اور اب تو مجلس ذکر گویا کہ پیری مریدی کے لیے لازم سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ رسائل میں شائع ہوتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب نے فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائی اور فلاں فلاں جگہ مجلس ذکر کرائیں گے۔

اکابر اہل السنّت والجماعت:

اکابر اہل سنت دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین مدنی قدس اللہ اسرارہم نے کبھی اجتماعی طور پر ذکر جہر کی مجالس منعقد نہیں کیں اور نہ ہی ان کے خلفاء نے ایسی (مجالس منعقد) کرائی ہیں۔ [ذکر واعتکاف: ۳۲]۔۱۲

۱۶۔ البتہ ذکر بالجہر کی مجالس کے بارے میں اِن اکابر کی تحقیقات مولانا نثار صاحب کو منظور نہیں ہیں۔۱۲

حیرت ہے۔ تاہم صوفی محمد اقبال کا ایک خط آپ کو بھیجا جا رہا ہے، جس میں انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ نہ صرف شیخ محمد علوی مالکی سے بیعت ہوئے ہیں بلکہ پھر ''سمجھ'' اور ''لطف'' کی دولت انہیں پہلے سے زیادہ عطا ہوگئی۔ احقر اِس بات کو ایک مسترشد کی طرف اپنے مرحوم شیخ جو ''قطب وقت'' بھی تھا، پر تعریض خیال کرتا ہے۔ مولانا عبدالحفیظ مکی جو آپ کے بقول ''شیخ المشائخ'' اور ''استاذ العلماء'' ہیں، نے شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکتوب میں شہادت دی ہے کہ ''صوفی محمد اقبال'' محمد علوی مالکی کے خلیفہ تھے۔[آپ کے مسائل اوران کا حل، قدیم: ۱۳۶/۱۰]

گویا صوفی محمد اقبال کی شیخ محمد علوی مالکی سے بیعت بقول خود ثابت ہے۔ اور اجازت وخلافت کا ملنا مولانا عبدالحفیظ مکی کے بیان سے معلوم ہوا۔ خود مولانا عبدالحفیظ مکی کا معاملہ تو بالکل واضح ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ تو انھوں نے احقر کے روبرو بریلویت کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''یا محمداہ'' کا جواز ثابت کرنے کی کوشش فرمائی تھی۔

مولانا عبدالحفیظ مکی وہی صاحب ہیں جنہوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف عرس اور مروجہ طریق پر مولود کی نسبت کی ہے۔ جو حضرت شیخ الحدیث کی اپنی تصریحات کے خلاف ہے۔

دوسرے: اِن لوگوں نے اجازت وخلافت کو اتنا ارزاں کر دیا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس کے لیے کسی علمی استعداد اور عملی اہلیت کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر ایک طرف ''مولوی الیاس گھمن'' ان کا خلیفہ ہے تو دوسری طرف ''طفیل ہاشمی'' جیسا متجدد بھی خرقہ خلافت پہنے ہوئے ہے۔ بزرگوں کی نسبتِ ارشاد کی ایسی پامالی بھی علاماتِ قیامت ہی میں سے معلوم ہوتی ہے۔

۲......ذکر بالجہر کا ''التزام'' اور اس کے لیے ''تداعی'' کے ضمن میں جو آپ نے دو لفظی اضافہ فرمایا ہے: ''شرعی واصطلاحی''۔ احقر اس اضافے کو بالکل درست نہیں سمجھتا۔ بلکہ اسے بدعات کو وجہِ جواز فراہم کرنے کا زینہ اول جانتا ہے۔

۳......احقر کے لیے یہ بات بہت گراں بلکہ ناگوار ہے کہ آپ نے خلافتوں کا انبار جمع کر رکھا ہے، اس پر مستزاد یہ ہے کہ آپ اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں کہ مجھے فلاں فلاں بزرگوں کی اجازت حدیث حاصل ہے، فلاں فلاں سے اجازت تفسیر حاصل ہے اور فلاں فلاں بزرگوں سے خلافت حاصل ہے۔[سوانح وافکار علمائے چھچھ، صفحات: ۱۸۱، ۱۸۳]

تصوف واحسان تو عملاً وذوقاً حبِ جاہ، شہرت، ناموری، نمود ونمائش کے بالمقابل اخفاء عاجزی، انکساری اور یادِ آخرت سے عبارت ہے۔

بہر حال لکھنے کی باتیں تو اور بہت سی ہیں۔ لیکن اِسے پھر کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھتے ہیں۔ احقر اپنی سابقہ تحریر دوبارہ بھیج رہا ہے۔ اگر آپ اِس پر بلا تاویل و ترمیم دستخط فرما دیتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ ہمارے اور آپ کے راستے جدا ہیں۔ یہ آپ کے پاس آخری موقع ہے۔ اس کے بعد مزید کوئی تحریر نہیں بھیجی جائے گی۔

والسلام......سلیم اللہ خان......خادم: جامعہ فاروقیہ کراچی......صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۲۰/ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ......۲۴/اگست ۲۰۱۶ء

مولانا نثار صاحب کے نام حضرت رحمہ اللہ کا آخری مکتوب گرامی اور سلبِ خلافت:

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے دوسرے مکتوب کا کوئی جواب مولانا نثار احمد صاحب نے نہیں دیا۔ جب حضرت رحمہ اللہ نے بذریعہ فون معلوم کرایا تو کہنے لگے: میں نے جواب لکھ کر کمپوزر کے سپرد کر دیا ہے۔ لیکن ڈیڑھ ماہ تک جواب نہ آیا۔ [۱۷] بالآخر حضرت نے درجِ ذیل مکتوب ارسال فرمایا۔ (حضرت رحمہ اللہ نے یہ خط اپنی دستی تحریر کے ساتھ اشاعت کے لیے ہمیں ارسال فرمایا۔)

جناب مولانا نثار احمد الحسینی حفظہ اللہ　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر نے ۲۵/شوال ۱۴۳۷ھ۔ ۳۱/جولائی ۲۰۱۶ء کو ایک خط مع تحریر کے آپ کو بھیجا تھا، جس میں آپ سے کہا تھا کہ احقر نے آپ کی درخواست پر آپ کو چاروں سلاسل میں جو اجازت وخلافت دی تھی، وہ

۱۷۔ یہ کمپوزر بھی نجانے کیسا ہے۔ اس قسم کے خطوط کا جواب ہضم کر جاتا ہے۔ بندہ نے بھی کوئی آٹھ ماہ قبل درجِ ذیل عریضہ مولانا نثار صاحب کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

باسمہ سبحانہ......از: خادم اہل سنت حمزہ احسانی غفرلہ

مکرم جناب مولانا نثار احمد الحسینی صاحب مدظلہ　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر بخیر ہے۔　　بعدہ!

(۱)......تقریباً ۶/سال قبل مورخہ ۳۰/ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ کو بندہ نے آنجناب کے ایک مضمون کے سلسلہ میں چند معروضات پر مشتمل ایک خط رجسٹری ڈاک سے روانہ کیا تھا۔ اس کا کوئی جواب یا موصول ہونے کی اطلاع تا حال موصول نہیں ہو سکی۔ حالانکہ وہ خط بعد ازاں دو مقامات پر طبع بھی ہو چکا ہے۔

اب چند دن قبل آنجناب کا مکتوب بنام حضرت مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی مدظلہم دیکھا تو یاد آیا کہ اُس خط کی بابت معلوم کیا جائے۔ اُس کے بارے میں اپنے تبصرے سے ضرور مطلع فرمائیں۔

(۲)......حضرت مولانا عبد الرحیم چاریاری مدظلہم کی کتاب ''اکابر اہل سنت کا حقیقی مسلک ومشرب'' اور آنجناب کے مکتوب کے حوالے سے چند سوالات آنجناب سے کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ اگر اِن کے مختصر اور دو ٹوک جوابات موصول ہو جائیں تو امید ہے اِس مسئلے کا کوئی حل نکل آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ امید ہے آنجناب پہلی فرصت میں اِن سوالوں کے غیر مبہم اور واضح جوابات تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

مرحوم صوفی محمد اقبال کی خلافت کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی، اس لیے کہ احقر شیخ محمد علوی مالکی سے بیعت کے بعد صوفی محمد اقبال کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے مسلک کا امین اور مشرب کا ترجمان نہیں سمجھتا۔

صوفی صاحب سے خلافت کے بعد احقر کو اُصولاً آپ کو خلافت دینی ہی نہیں چاہیے تھی، لیکن خلافت دیتے وقت احقر اس سے لاعلم تھا، لہٰذا علم ہو جانے کے بعد آپ کو تنبیہ کی تھی کہ آپ صوفی محمد اقبال کی خلافت سے اپنا تعلق علی الاعلان منقطع کریں۔ اس کے علاوہ آپ سے متعلق دیگر امور ذکر بالجہر پر تداعی اور خلافتوں کے انبار جمع کرنے وغیرہ سے متعلق احقر کو شرح صدر نہیں ہے۔

ہماری خلافت کو باقی رکھنے کی فقط ایک صورت ہے کہ آپ ہماری ارسال کردہ تحریر پر دستخط کر دیں اور عملاً اس پر قائم رہیں۔ آپ نے صاف صاف رجوع کی بجائے تاویلات کی راہ اختیار کی۔

(گذشتہ سے پیوستہ) ۱......جناب احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار فرقہ بریلویہ کو آنجناب اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں یا نہیں؟

۲......جناب محمد بن علوی مالکی کو ان کے نظریات کی بنا پر مبتدع اور خارج اہل سنت قرار دیتے ہیں یا نہیں؟

۳......مروجہ عرس، میلاد اور تعیین وقت کے ساتھ ایصالِ ثواب کی آنجناب کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ آیا یہ بدعات ہیں یا نہیں؟

۴......کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور اکابر دیوبند حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مدنی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہم اللہ کے ہاں مروجہ مجالس ذکر کی کوئی مثال پائی جاتی ہے جس میں [۱] وقت [۲] جگہ کی تعیین کے ساتھ [۳] تداعی اور [۴] باقاعدگی بھی ہو۔...... اِسی طرح کیا اِن اکابر سے ہر اصلاحی بیان، ہر جلسے اور ہر وعظ کے بعد مجلس ذکر بالجہر منعقد کرانا ثابت ہے؟......نیز کیا ہر مسجد، مدرسے، بیٹھک اور عام وخاص مقامات پر مجالس ذکر منعقد کرانا اور ہر ایک کو مجلس ذکر کی تلقین کرنا اِن اکابر سے ثابت ہے؟

میں انتہائی ادب سے مکرر گذارش کروں گا کہ لمبے چوڑے جواب اور تفصیلی ابحاث کے بجائے اِن سوالات کے دوٹوک اور واضح مختصر جوابات عنایت فرمائیں۔ تاکہ اُصولی اور بنیادی نکات پر آپ کا موقف کھل کر سامنے آئے۔ امید ہے اِس سلسلے میں ضرور تعاون فرمائیں گے۔

والسلام......خادم اہل سنت حمزہ احسانی غفرلہ......۱۲/شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ......۲۰/مئی ۲۰۱۶ء......جمعۃ المبارک

تقریباً چار ماہ قبل بندہ کی مولانا نثار صاحب سے فون پر بات ہوئی تو مولانا نے فرمایا: ’’آپ کے خط کا جواب میں نے لکھ لیا ہے۔ کمپوزر کے سپرد کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد روانہ کر دیا جائے گا۔‘‘ لیکن چار ماہ میں اس کمپوزر سے وہ جواب ہی نہیں کمپوز ہو پایا۔ اور جب کمپوز ہو گیا تو مولانا نثار صاحب کے پاس خط روانہ کرنے کی فرصت بھی نہ رہی۔ اب چند دن قبل بندہ نے اپنے خط کے جواب کی بابت پوچھا تو کہنے لگے: خط کمپوز تو ہو چکا ہے۔ لیکن اِس قسم کی خط وکتابت کی میرے پاس فرصت نہیں۔ ۱۲

احقر نے آپ سے قدیم تعلق کی بنا پر اپنے معمول کے برعکس آپ کو نظر ثانی کا ایک موقع اور دیا اور ایک خط مزید بھیجا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ گزر جانے کے باوجود آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ کی نظر میں یہ مسئلہ ترجیح یا اہمیت کا حامل نہیں ہے، لہٰذا احقر آپ کو دی گئی اپنی خلافت سلب کرتا ہے۔ اب آپ نہ ہمارے خلیفہ ہیں اور نہ ہی معتمد۔ آئندہ ہم سے رجوع نہ کیا جائے۔

والسلام......سلیم اللہ خان......خادم: جامعہ فاروقیہ کراچی......صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۷ / محرم الحرام ۱۴۳۸ھ......۱۹ / اکتوبر ۲۰۱۶ء

کتاب تحفظ عقائد اہل سنت کے بارے میں حضرتؒ کا موقف اور مولانا نثار کی چالاکی:

حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ اور مولانا نثار صاحب کی مناسبت سے ایک بات کا تذکرہ یہاں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ: چند ماہ قبل ہمارے مخدوم بزرگ مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم نے بہت سے اکابر واحباب کی دعاؤں اور توجہات کی بدولت بفضلہ تعالیٰ تحریرات اکابر کا ایک قیمتی مجموعہ بنام ''تحفظ عقائد اہل سنت'' شائع کیا تھا۔ اشاعت سے قبل اس کی مکمل فہرست حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کر کے شیخ محمد بن علوی مالکی اور اُن کے مؤیدین صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب سے متعلق حضرت رحمہ اللہ کی رائے دریافت کی گئی۔ اور حضرت رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک ملفوظ کی تصدیق چاہی گئی۔ اور یہ عرض کیا گیا کہ ''آنجناب کے جواب کو بطورِ تقریظ کتاب میں شامل کیا جائے گا۔''

اُس وقت حضرت رحمہ اللہ کراچی میں مقیم تھے اور عریضہ بھی کراچی ہی بھیجا گیا تھا۔ لیکن اُس کے جواب میں ''وفاق المدارس ملتان'' کے دفتر سے حضرت رحمہ اللہ کی دستخطی مہر کے ساتھ ایک خط موصول ہوا۔ جس میں دریافت طلب اُمور میں سے صرف ایک بات کا جواب تھا۔ یعنی کتاب کے آٹھ ابواب میں سے سات ابواب کے بارے میں خاموشی تھی۔ اور ایک باب جو مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب سے متعلق تھا اُس کے بارے میں حضرت کی رائے مذکور تھی۔ اور یہ لکھا ہوا تھا کہ: ''مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کے معاملے میں آپ کا خط ملا۔'' حالانکہ وہ کتاب صرف اُن کے بارے میں نہیں تھی۔ نہ ہی خط میں صرف اُن کا پوچھا گیا تھا۔ بلکہ کتاب کا صرف ایک باب اُن سے متعلق تھا۔ اور عریضے کا بھی ایک سوال اُن کے بارے میں تھا۔ نیز اُس جوابی مکتوب میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ: ''اَب اِس معاملے کو اُٹھانا مناسب نہیں۔''

یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کیونکہ:

(۱)......شیخ محمد بن علوی مالکی اور ان کے مؤیدین کے بارے میں حضرت کی رائے بے لچک اور بالکل واضح ہے۔ چنانچہ یہی کتاب جب پہلے شائع ہوئی اور ہمارے مخدوم بزرگ حضرت مولانا مفتی شیر محمد

صاحب مدظلہ العالی کی وساطت سے حضرت رحمہ اللہ تک پہنچی تو حضرت نے جواب میں یہ تحریر فرمایا:

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب زیدت مکارمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

جناب والا کا علمی وتحقیقی تحفہ (علوی مالکی اور ان کی کتاب اصلاح مفاہیم پر تحقیقی نظر) پہنچ گیا۔اس نوازش کا بدل وجان شکریہ۔جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا۔آمین

جن بزرگوں کے مضامین تحقیقی نظر میں جمع کیے گئے وہ سب کے معتمد اور مقتدیٰ ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے استفادے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین۔

سلیم اللہ خان......۱۴۲۷/۱۲/۲۵ھ......۲۰۰۷/۰۱/۱۶ء

(اس مکتوبِ گرامی کا عکس بھی رسالے کے آخر میں شائع کیا جا رہا ہے۔دیکھیے عکس نمبر ۷)

نیز حضرتؒ کے ایک تلمیذ رشید مولانا مفتی نجیب اللہ عمر مدظلہ راوی ہیں کہ:

''حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے دورانِ درس فرمایا تھا کہ:صوفی اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب وغیرہم دیوبندی نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے علوی مالکی نظریات کو قبول کر کے اُن کا پرچار شروع کر دیا ہے۔''

(۲)......نیز جوابی مکتوب کی مرسلہ عریضے کے ساتھ مکمل مطابقت بھی نہیں تھی۔

چنانچہ بعد میں اس جواب کی بات حضرتؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: اَب مجھے یاد نہیں کہ آپ کے خط کے جواب کے لیے کسے کہا تھا۔تب بات کھلی کہ اُس وقت چونکہ مولانا نثار الحسینی صاحب حضرت کے معتمد تھے۔غالبًا حضرت نے اُنہی سے جواب لکھنے کو فرمایا۔اور انہوں نے یوں عریضے کو غلط رُخ دے کر ساری بات بدل ڈالی۔اور یہ جواب مولانا نثار صاحب کی طرف سے ہونے کا یقین تب ہوا جب اُنہوں اُسی مکتوب کو اپنے مرتبہ رسالے ''قضیہ کا خاتمہ'' کا حصہ بنایا۔

چنانچہ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں دوبارہ وہی سوالات ارسال کیے گئے۔اور شیخ محمد علوی مالکی، صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہ کا حکم، دیوبندی بریلوی اختلاف کی حیثیت، عرس میلاد اور تعیین وقت کے ساتھ ایصالِ ثواب وغیرہ اور مجالس ذکر بالجہر کے حوالے سے حضرت کا موقف دریافت کیا گیا۔لیکن ابھی اُس کے جواب کی نوبت نہ آئی تھی کہ حضرت رحمہ اللہ کا بلاوا آ گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔لیکن حضرت رحمہ اللہ نے مولانا نثار احمد صاحب کے نام جو خطوط بھیجے، اُن میں مذکورہ بالا تقریباً تمام اُمور کا واضح اور دوٹوک جواب موجود ہے۔الحمد للہ۔

نیز کتاب ''تحفظ عقائد اہل سنت'' کی بابت حضرت رحمہ اللہ کی حقیقی رائے کی وضاحت اور مولانا نثار صاحب کی ہوشیاری وکاریگری کی ناکامی کی قدرتی صورت یہ ہوئی کہ طباعت کے بعد کتاب ''تحفظ عقائد

اہل سنت'' حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کر کے تاثرات وخیالات سے تحریری طور پر آگاہی کی درخواست کی گئی۔تب حضرت رحمہ اللہ نے اپنے قلم سے یہ لکھ بھیجا:

''باسمہ الکریم مکرمی! زید مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتاب تحفظ عقائد اہل سنت مل گئی۔اکثر حصہ پڑھ بھی لیا۔اور اس کو مفید پایا۔''[۱۸] (عکس نمبر۴)

یہ تحریر چونکہ حضرت کے اپنے قلم سے تحریر فرمودہ ہے۔اور اُس تحریر کے بعد کی ہے جو مولانا نثار صاحب نے حضرتؒ کے معتمد کے طور پر لکھ کر روانہ کی تھی۔اِس لیے یہی معتبر ہے۔اور یہی حضرتؒ کا موقف ہے۔الحمد للہ کہ اِس طرح مولانا نثار صاحب کی ہوشیاری ناکام ہوئی۔اور حضرت رحمہ اللہ کا موقف واضح رہا۔حق کامیاب ہوگیا۔باطل ہمیشہ کی طرح خائب وخاسر ہوا۔سچائی، دیانت داری اور اکابر کے مسلک سے وفاداری جیت گئی۔چالاکی، ہوشیاری اور اکابر کے مسلک سے غداری دم توڑ گئی۔ الحمد لله حمدًا كثيرًا طيباً مباركاً فيه.

نیز اس کے بعد مولانا نثار صاحب کے نام حضرت رحمہ اللہ کے جو مکاتیب اَبھی آپ نے ملاحظہ فرمائے، اُن میں حضرتؒ نے شیخ محمد بن علوی مالکی اور اُن کے مؤیدین کے بارے میں بالکل واضح اور بے لچک موقف کو بار بار صراحتاً تحریر فرما کر مولانا نثار صاحب کے لیے غلط بیانی کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

مولانا نثار صاحب نے حضرت رحمہ اللہ کے معتمد کی حیثیت سے جو جوابی خط لکھا تھا، اُس میں 'کمالِ ہوشیاری' سے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ: ''اِس سلسلے میں میرے کسی خط یا درسی حوالہ کو شائع بھی نہ جائے۔'' حالانکہ جو مکتوب گرامی اور درسی حوالہ عریضے میں درج کیا گیا تھا، اُس کا تعلق صرف مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے نہیں تھا۔لیکن مولانا نثار صاحب دراَصل ہزاروی صاحب کی آڑ میں صوفی اقبال صاحب اور مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب کے دفاع کی روش عرصہ دراز سے اپنائے ہوئے ہیں۔اِس لیے اُنہوں نے یہ موقع غنیمت جان کر لگے ہاتھوں ''ناجائز'' فائدہ اُٹھانا چاہا۔لیکن کہاں۔۔!؟

۱۸۔جبکہ مولانا نثار صاحب تحریرات اکابر کے اس مجموعہ کی بابت لکھتے ہیں:

''احقر نے اس قضیہ سے متعلق جانبین کی تحریرات پہلے بھی پڑھی تھیں اور اب نئی 'تحقیقی نظر' بعنوان ''تحفظ عقائد اہل سنت'' میں دوبارہ بھی ان کا مطالعہ کیا ہے۔...احقر اب اِن حالات میں اِس نئی طرز کی تحریک کی طرح اٹھائے گئے اِس کام کو سلفیت اور مماتیت سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔'' [خط: بنام مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی، ص:۶]

قارئین! غور فرمائیے کہ مولانا نثار صاحب اپنے مخصوص اَفکار کے دفاع کے لیے اکابر دشمنی میں اِس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ اکابر اہل سنت (حضرت امام اہل سنتؒ، حضرت قائد اہل سنتؒ، حضرت ترمذیؒ، حضرت لدھیانویؒ) کی تحریرات کو سلفیت ومماتیت سے زیادہ خطرناک قرار دینے سے بھی باز نہیں آئے۔کہاں اکابر اہل سنت اور کہاں مولانا نثار احمد صاحب!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۱۲۔

اللہ پاک نے مولانا نثار صاحب کی اِس 'ہاتھ کی صفائی' کا توڑ اِس طرح فرمادیا کہ حضرت رحمہ اللہ نے مولانا نثار صاحب سے متعلق اپنا آخری مکتوب گرامی اپنے قلم سے یہ لکھ کر بھیج دیا کہ: ''مجلّہ صفدر میں اشاعت کے لیے بھیج دیا جائے۔'' گویا نہ صرف موقف کی وضاحت ہوگئی بلکہ حضرت رحمہ اللہ ہی کی جانب سے اشاعت کی خواہش بلکہ حکم کا ٹھوس ثبوت بھی ہوگیا۔ یوں قدرت نے حضرت رحمہ اللہ کے قلم سے مولانا نثار صاحب کی ایک ایک ہوشیاری اور مغالطہ آمیزی کا پردہ چاک کرادیا۔

بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا نثار صاحب کے مخصوص اَفکار سے متعلق حضرت کو مستند اور باحوالہ معلومات حاصل ہوئیں تو حضرت رحمہ اللہ نے اُن سے خلافت ہی سلب فرمالی۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کا معاملہ:

اِسی دوران حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی کا معاملہ بھی حضرت رحمہ اللہ کے سپرد کیا گیا۔ اُس کا قصہ یوں ہوا کہ مولانا نثار احمد صاحب کی طرح مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب پر بھی حضرت کو بھرپور اعتماد تھا۔ اِس لیے حضرت رحمہ اللہ نے مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہم کے نام اپنے ایک مکتوبِ گرامی میں ارشاد فرمایا تھا کہ: مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کے متعلق جو تحریر ہے، احقر اُس سے متفق نہیں۔''

نیز مدینہ شریف میں حاضری کے موقع پر مولانا چاریاری نے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی، دورانِ گفتگو مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کا تذکرہ ہوا۔ مولانا چاریاری نے عرض کیا کہ: چند اُمور کی بابت مولانا ہزاروی کا عقیدہ مشکوک ہے۔ اِس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ: آپ کو ہزاروی صاحب کے حوالے جو اشکالات یا اعتراضات ہیں، آپ بتادیں۔ ہم اُن سے اُن کا موقف تحریری طور پر معلوم کرلیں گے۔ چنانچہ پاکستان واپسی پر تعمیل حکم میں مولانا ہزاروی سے متعلق بھی چند گذارشات حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں ارسال کی گئیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ: مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب صراحتًا یہ تحریر فرمادیں کہ:

۱......دیوبندی بریلوی اختلاف اُصولی ہے یا فروعی؟ اور جناب احمد رضا خان صاحب اہل سنت میں شامل تھے یا نہیں؟

۲......شیخ محمد علوی مالکی اور اُن کے مؤیدین جناب صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہ کے بارے میں اپنا موقف واضح فرمائیں کہ اُن کو اہل سنت میں شامل سمجھتے ہیں یا نہیں؟

۳......عرس، میلاد اور تعیین وقت کے ساتھ ایصالِ ثواب (مثلاً دس محرم کو) وغیرہ اعمال بدعت ہیں یا نہیں؟

۴......مروجہ مجالس ذکر بالجہر جن میں وقت اور جگہ کی تعیین کے ساتھ ساتھ تداعی کا اہتمام بھی کیا جاتا، اکابر دیوبند حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مدنی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہم اللہ کے ہاں ایسی مجالس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ سے گذارش کی گئی تھی کہ آپ مذکورہ بالا اُمور میں مولانا ہزاروی کا واضح موقف اُن سے تحریری طور پر لکھوالیں۔ پھر جو فیصلہ مناسب سمجھیں فرمادیں۔

چنانچہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کی طرف حضرتؒ نے ایک تحریر برائے دستخط ارسال فرمائی جس کے ساتھ ایک والا نامہ بھی ارسال فرمایا، اُس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ:

''مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب کے ساتھ مشترکہ اجتماعات کرنے یا اس میں شرکت خواہ وہ آپ کے ادارے میں یا کہیں اور، ہرگز قابل قبول نہیں۔''

لیکن مولانا نثار صاحب کی طرح مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے بھی دستخط کرنے کے بجائے تاویلات کا سہارا لیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے بھی اُن کو ایک اور موقع دیتے ہوئے دوسرا مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔ لیکن اَبھی اِس معاملے کا فیصلہ ہونا باقی تھا کہ حضرت رحمہ اللہ کا بلاوا آ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب سے حضرت رحمہ اللہ کی جو مکاتبت رہی، وہ بھی ان شاء اللہ جلد شائع کردی جائے گی۔ اور مولانا نثار صاحب سے متعلق مزید انکشافات بھی ہوں گے۔

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ سے گذارش:

اِن سطور کی وساطت سے ہم براہِ راست حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم سے بھی عرض گذار ہیں کہ مندرجہ بالا اُمور میں اپنا موقف واضح اور دوٹوک انداز میں تحریر فرما کر صورتِ حال واضح فرمائیں۔ تاکہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو۔ واللہ المؤفق

مولانا ہزاروی مدظلہ کا عقیدہ......علماء ومشائخ سے گذارش:

مجلّہ ''صفدر'' کے صفحات اور بعض نجی خطوط کے ذریعے پہلے بھی علماء ومشائخ سے مؤدبانہ گذارش کی جا چکی ہے کہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب سے ہمیں کوئی ذاتی عداوت بالکل نہیں۔ صرف اتنی سی بات ہے کہ کافی عرصہ قبل اُن کی تحریرات سے یہ ظاہر ہوا تھا کہ مذکورہ بالا چند اُمور میں اُن کا موقف اسلافِ اہل سنت دیوبند کے خلاف ہے۔ اس کے تقریباً سات سال بعد جب صوفی محمد اقبال صاحب اِس دنیا سے چلے گئے تب مولانا ہزاروی نے اپنی ایک تحریر سے یہ 'تاثر دیا' کہ میں اپنے اُن نظریات سے رجوع کر چکا ہوں جو اسلافِ دیوبند کے خلاف تھے۔ لیکن صرف یہ تاثر دیا، حقیقت میں رجوع نہیں کیا۔ تب سے اَب تک مولانا ہزاروی سے اُن اُمور کی صراحتاً وضاحت طلب کی جاتی رہی ہے اور اَب بھی اُن سے یہی درخواست ہے کہ اُن چند اُمور سے متعلق صاف اور دوٹوک انداز میں اپنے عقیدے اور نظریے سے تحریری طور پر آگاہ فرمادیں۔ اگر کوئی صاحب مولانا ہزاروی سے مذکورہ اُمور میں اُن کا عقیدہ صراحتاً لکھوالیں تو سب کے لیے فیصلہ آسان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ ☆☆

ضمیمہ

حضرت رحمہ اللہ کے دستخط میں لفظ 'اللہ' پر شد:

ایک بھائی نے فرمایا کہ: آپ نے مولانا نثار صاحب کی بابت حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کے ہاتھ کی جو تحریر شائع کی ہے، اس میں لفظ 'اللہ' پر شد نہیں ہے۔ جبکہ عموماً حضرت کے دستخطوں میں شد ہوتی ہے۔ پہلے تو بندہ نے سوچا کہ یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے دادا جی حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کو دیکھا تھا کہ آخر عمر میں ضعف کی وجہ سے دستخط میں کافی فرق آ گیا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ حضرت رحمہ اللہ کے بندہ کے نام جو مکاتیب ہیں، وہ دیکھوں شاید اور مکاتیب میں بھی بلا تشدید دستخط مل جائیں۔ تو سرسری تلاش سے بحمد اللہ مزید تین مکتوبات دستیاب ہو گئے جن میں لفظ 'اللہ' پر شد نہیں۔ اور اُن مکتوبات کی تصویر بذریعہ وارلس ایپ اُن بھائی تو دکھلائی تو فرمانے لگے: واقعی بغیر شد کے بھی حضرتؒ کے دستخط ہیں۔

طلبِ خلافت کا قصہ: ایک سوال کا جواب

سوال: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ نے اپنے مکتوب گرامی میں مولانا نثار صاحب کو لکھا تھا کہ ''احقر نے آپ کی درخواست پر آپ کو چاروں سلاسل میں جو اجازت وخلافت دی تھی۔'' اِس پر ایک صاحب پوچھا کہ: ''کیا خلافت طلب کرنے پر بھی دی جاتی ہے۔''

جواب: یہ سوال تو حضرت رحمہ اللہ سے کیا جانا چاہیے تھا۔

اور اگر حضرت رحمہ اللہ کی صاف دِلی، مولانا نثار صاحب ہوشیار طبیعت، بعض دوسرے اکابر کا طرزِ عمل اور اجازت کی اقسام اور ان کی شرائط کا علم نہ ہوتا تو شائد ہم بھی حضرت رحمہ اللہ سے سوال کرتے۔

اِس اجمال کی کچھ تفصیل ہو جائے تو شائد مناسب ہو!

۱...... بندہ نے حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے حالات میں پڑھا تھا کہ حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنی والدہ سے کہلوایا تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اُن کو خلافت سے نوازدیا۔

خود حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کا مزاج عموماً خلافتیں دینے کا نہیں تھا۔ لیکن حضرت مفتی جمیل خان شہید رحمہ اللہ کے بے حد اِصرار پر اُنہی کے منتخب کردہ تقریباً دس کے لگ بھگ علماء ومشائخ کو یکبارگی خلافت سے نوازدیا۔ مفتی صاحب کا اپنا نام بھی اُس میں شامل ہے۔

۲...... جو شخص کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے 'مجاز' ہو اور وہ حصولِ برکت کے لیے کسی دوسرے بزرگ سے اجازت طلب کرلے تو اُس کے ظاہری احوال اور صاحبِ نسبت سیا حاصل شدہ خلافت کے پیش نظر اُسے 'اجازت' دینے کی مثالیں موجود ہیں۔ اِس سے اجازت دینے والے کی بزرگی میں فرق نہیں آتا۔

۳......اجازت کی ایک قسم 'بیعت توبہ' کی اجازت بھی ہے۔ جس کے لیے صاحبِ نسبت ہونا شرط نہیں۔ ہر باشرع مسلمان کو دی جا سکتی ہے۔ آج کل اگرچہ اس کی صراحت نہیں ہوتی، لیکن اُصولِ تصوف کی روشنی میں آج کل کی بکثرت خلافتیں زیادہ سے زیادہ بیعت توبہ کی اجازت ہی کہلائی جا سکتی ہیں۔

۴......کوئی بزرگ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ کسی کی دینی خدمات سے متاثر ہونا اور کسی مسئلہ پر مسلکی تصلب دیکھ کر اُس کی حوصلہ افزائی اور حمایت کرنا صاف دِلی کی علامت ہے اور اپنے بہت سے اکابر کا مزاج بھی۔ لیکن حقیقت حال کا علم ہونے پر اپنی تائید سے کھلا رجوع بھی صاف دِلی اور حق پرستی کی نشانی ہے۔

۵...... بزرگوں کی اِس صاف دِلی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض چالاک قسم کے لوگ اپنی حقیقت چھپا کر اُن بزرگوں کے مزاج کے موافق کسی عنوان پر اپنی خدمات کا 'عاجزانہ' اظہار کر کے اُن کی تائید حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اِس سے اُن بزرگوں کی ذات پر حرف اُس وقت آتا ہے جب وہ حقیقت حال معلوم ہونے کے باوجود اپنی تائید برقرار رکھیں۔

۶......نیز کوئی سوال اُن لوگوں سے بھی کرنا چاہیے جو اپنی نااہلی کا علم ہونے کے باوجود مغالطہ دہی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے مختلف اکابر سے اپنی تائید، کسی عہدے اور خلافت تک کا مطالبہ کرنے سے بھی نہیں چوکتے کہ: سلوک وعرفان اور خدمت دین ومسلک میں اُن کا یہ طرز عمل کیا حیثیت رکھتا ہے؟

کیا یہ اِقدام مماتیوں کے سامنے ہمارے لیے شرمندگی کا باعث ہے؟

اشکال: ایک صاحب کا کہنا تھا کہ مولانا نثار صاحب مماتیوں کے تعاقب میں پیش پیش رہتے ہیں، مولانا نثار صاحب کی بابت اِس طرح کی تحریرات کی اشاعت سے ہمیں شرمندگی ہوگی۔

جواب: مماتیوں سے شرمندہ ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ چیز تو ہمارے حق پر ہونے کو مزید نکھارے گی کہ ہمارے ہاں شخصیت پرستی نہیں حق پرستی ہے۔ حق بیان کرنے اور باطل کی تردید کرنے میں کسی کی ذات رکاوٹ نہیں بنتی۔ اپنا ہو یا پرایا۔

ہمارے مسلک کی بنیاد کسی کی 'مخالفت' پر نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص مماتیوں یا غامدیوں کے خلاف فعال ہے تو بس وہ ہمارا ہے۔ نہیں! بلکہ ہمارے مسلک اور ہمارے اسلاف کے کام کی بنیاد قرآن وسنت، طریق صحابہ اور تعامل خیر القرون پر ہے۔ جس کی بہتر اور درست ترجمانی اکابر اہل سنت دیوبند نے فرمائی۔ جو شخص مسلک علمائے اہل سنت دیوبند کا پورا پابند ہے وہ ہمارا ہے، چاہے ہمارا ساتھ دے یا نہ دے۔ ہماری تعریف کرے یا ہم پر تنقید۔ اور جو کسی ایک بھی پہلو سے علمائے دیوبند کے مخالف ہے، وہ ہمارا نہیں ہے چاہے وہ دیوبندیت کا دعویدار ہو۔ چاہے رافضیت ومودودیت اور دیگر فتنوں کے خلاف بہت متحرک، فعال اور مؤثر کام کر رہا ہو۔

(بقیہ صفحہ نمبر 10 پر)

حضرت مولانا حافظ نثار احمد الحسینی صاحب حضرو

حضرت حافظ صاحب حضرو شہر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم و تحقیق اور زہد و تقویٰ سے خوب خوب نوازا ہے۔ شریعت و طریقت کے جامع ہی نہیں ماہر غواص بھی ہیں مقامی گورنمنٹ ہائی سکول میں مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ہی بنا کردہ مسجد و مدرسہ میں بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اور طالبان علوم نبوی کے ساتھ ساتھ سالکان طریقت کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ اس حیثیت سے بڑے بڑے اکابر کی نسبتوں کے امین ہیں۔

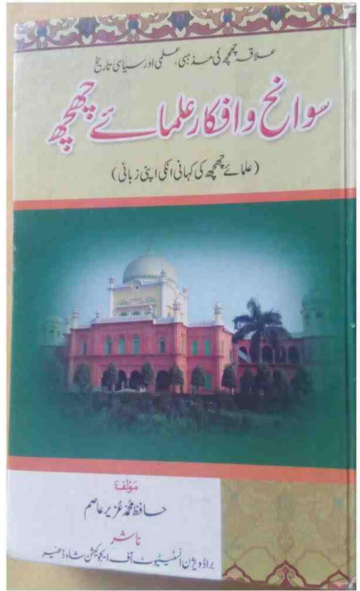
دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رکھتے ہیں۔ ان کی تصانیف علم و تحقیق، دقیقہ رسی، اعتماد علی السلف، سلکی تصلب اور دفاع اکابر کی آئینہ دار ہیں۔ اللھم زد فزد۔

سوال: آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی ابتدائی حالات کے متعلق کچھ بتائیں؟

جواب: میرا نام نثار احمد الحسینی بن شیر افضل ہے۔ پیدائش ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء سوموار کی رات محلہ قاضی پورہ حضرو علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں ہوئی۔ آباؤ اجداد اپنی ذاتی زمین میں کھیتی باڑی کرتے تھے۔ والد صاحب سبزی بازار حضرو میں کمیشن کا کام کرتے تھے۔ مجھے بھی اسی بازار کی مسجد "جامع مسجد مہاجرین" میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے حافظ قاری ظہور احمد علوی کے پاس بٹھا دیا۔

سوال: طالب علمی کا سفر کہاں سے شروع کیا؟

جواب: ۱۹۷۴ء میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کے لئے گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر ۱ میں داخل کرایا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں حضرت مولانا



حضرت مولانا عبد الغنی جلالوی، حضرت مولانا عبد الرؤف، حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا عبد العلیم دگیروی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت تفسیر حاصل ہے۔

اسناد علم حدیث: علم حدیث میں احقر کو مندرجہ ذیل حضرات اکابر سے نعمت اجازت حاصل ہے۔

۱۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ۔
۲۔ حضرت مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی رحمہ اللہ
۳۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد الغنی جلالوی رحمہ اللہ۔
۴۔ حضرت مولانا عبد الرؤف رحمہ اللہ (شاہ ڈھیر۔ حضرو)
۵۔ حضرت مولانا محمد شریف اللہ رحمہ اللہ (رحیم یار خان)
۶۔ حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ (جھنگ)
۷۔ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی مدظلہ۔
۸۔ حضرت مولانا حبیب اللہ مہاجر مدنی مدظلہ
۹۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی مدظلہ۔
۱۰۔ حضرت مولانا علی احمد سندیلی مدظلہ (لاہور)

۱۱۔ شیخ سید محمد بن علوی مکی مالکی۔
۱۲۔ حضرت مولانا عبید اللہ مدظلہ (جامعہ اشرفیہ۔ لاہور)
۱۳۔ حضرت مولانا عبد الرحمن اشرفی رحمہ اللہ۔
۱۴۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
۱۵۔ حضرت مولانا محمد یعقوب مدظلہ۔
۱۶۔ حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ
۱۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ۔

۱۸۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ:
۱۹۔ حضرت مولانا عبد الکریم کلاچی مدظلہ۔
۲۰۔ حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:
۲۱۔ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ،
۲۲۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ:

اجازت بیعت و سلوک:

بحمدہ تعالیٰ اس عاجز کو مندرجہ ذیل اکابر علیہم الرحمہ سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔

۱۔ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ حضرت مولانا صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی رحمہ اللہ:
۳۔ الحاج بابا احمد دین مدظلہ العالی:
۴۔ حضرت مولانا عبد الغنی رحمہ اللہ:
۵۔ حضرت مولانا سیف الرحمن رحمہ اللہ عرف مہمند استاد:۔
۶۔ حضرت مولانا ڈاکٹر صاحبزادہ محمد حسین للّٰہی رحمہ اللہ:۔
۷۔ حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ:۔
۸۔ استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الرؤف رحمہ اللہ۔
۹۔ حضرت مولانا حبیب اللہ مہاجر مدنی دامت برکاتہ:
۱۰۔ حضرت مولانا محمد حسن عباسی دامت برکاتہ:



3

۲۸ رمضان المبارک میں ایک دفعہ کے سماع
کے وقت عجیب کیفیت پیدا ہوئی آنسو
جاری ہوئے اور حالت بیداری میں
حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف
ہوا جی بھر کے دیدار کر لیا اسی اثنا
میں مفاہیم کے موجودہ اختلاف
کے متعلق سوال کیا عرض کرنے پر
فرمایا یہ حضرات اسکو سمجھ نہیں
سکے اس پر سختی نہیں ہونا چاہیے
بجائے اس کے اپنے کام پر توجہ دیں

احقر الاداب
مبارک احمد المیمن
۱۴۲۵ھ

4

باسمہ الکریم

مکرمی! زبیر محمد نعیم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتاب تحفظ عقائد اہل سنت مل گئی اکثر حصہ پڑھ بھی لیا
اور اسکو مفید پایا

5

سبیل النجات فی مسائل الاختلاف۔

بندہ کا حالیہ قضیہ میں کتاب "اصلاحِ مفاہیم" اور رسالہ "الاہرکا مسلک و مشرب"
کے کلی مباحث سے نہ متفق ہے اور نہ مؤید اور نہ اس سے اتفاق ہے
کہ اختلافات کی دیواروں کو کھڑا کرکے آپس کے دینی و دنیاوی ہر
نوع کے تعلقات کو منقطع کر دیا جائے
طرفین میں سے کسی ایک کے متعلق سوءِ ظن کو سوءِ خاتمہ کا
سبب سمجھتا ہوں اور طرفین کے بزرگان مذہبی اور علمی امور میں
مشاغل ہوں کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں

6

محترم المقام حضرت مولانا حافظ محمد زبیر عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بعافیت ہوں گے

آپ نے احقر کو مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مرحوم کی تصانیف و تحریرات
کے متعلق تحریر لکھنے کا فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ کا احترام
مجھ پر واجب ہے جس کا اس میں الحمد للہ ہمیشہ کیا ہے اور ان شاء اللہ کرتا
رہوں گا۔ مگر یہ میرے بس سے باہر ہے کہ مولانا قاضی مظہر حسین مرحوم
نے صحابہ کرامؓ اور بالخصوص خلیفہ راشد ششم حضرت امیر معاویہؓ، حضرت
عمرو بن العاصؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پر تنقید و تنقیص کے
جو نشتر چلائے ہیں اس کی تصدیق و تائید یا حمایت میں ایک
لفظ بھی لکھوں یا بولوں۔ صحابہ کرامؓ کی ذات عالی مجھے ہر تعلق اور ہر
نسبت سے عزیز ہے اور الحمد للہ اس پاکیزہ جماعت کیلئے مجھے کسی
قربانی سے دریغ نہیں

بندہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے ان عقائد پر ایمان لانے
سے معذرت خواہ ہے

والسلام مع الاکرام

[illegible]

۱۸/ج-۲/۱۴۲۰ھ

7

باسمہ الکریم

مکرمی و محترمی حضرت مولانا مفتی مشہیر محمد علوی زیدت مکارمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ

جناب والا کا علمی تحقیقی تحفہ (تحقیقی نظر) پہنچ گیا۔ اس نوازش کا بدل و جان شکریہ! جزاکم اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا۔ آمین

جن بزرگوں کے مضامین تحقیقی نظر میں جمع کئے گئے وہ سب کے معتمد اور مقتدی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے استفادے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین۔

سلیم اللہ خان

۲۵/۱۲/۱۴۳۷ھ

۱۶/۱/۲۰۰۷ء

8

جناب مولانا نثار الحسینی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر نے ۲۵ رشوال ۱۴۳۷ھ / ۳۱ رجولائی ۲۰۱۶ء کو ایک خط مع تحریر کے آپ کو بھیجا تھا، جس میں آپ سے کہا تھا کہ احقر نے آپ کی درخواست پر آپ کو چاروں سلاسل میں جو اجازت وخلافت دی تھی، وہ مرحوم صوفی محمد اقبال کی خلافت کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتی، اس لیے کہ احقر شیخ محمد علوی مالکی سے بیعت اور خلافت کے بعد صوفی محمد اقبال کو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے مسلک کا امین اور مشرب کا ترجمان نہیں سمجھتا۔

صوفی صاحب سے خلافت کے بعد احقر کو اصولاً آپ کو خلافت دینی ہی نہیں چاہیے تھی، لیکن خلافت دیتے وقت احقر اس سے لاعلم تھا، لہٰذا علم ہو جانے کے بعد آپ کو تنبیہ کی تھی کہ آپ صوفی محمد اقبال کی خلافت سے اپنا تعلق علی الاعلان منقطع کریں۔ اس کے علاوہ آپ سے متعلق دیگر امور مثلاً ذکر بالجہر پر تداعی اور خلافتوں کے انبار جمع کرنے وغیرہ سے احقر کو شرح صدر نہیں ہے۔

ہماری خلافت کو باقی رکھنے کی فقط ایک صورت ہے کہ آپ ہماری ارسال کردہ تحریر پر دستخط کر دیں اور عملاً اس پر قائم رہیں۔ آپ نے صاف صاف رجوع کی بجائے تاویلات کی راہ اختیار کی۔

احقر نے آپ سے قدیم تعلق کی بنا پر اپنے معمول کے برعکس آپ کو نظر ثانی کا ایک موقع اور دیا اور ایک مزید خط بھیجا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ گزر جانے کے باوجود آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آپ کی نظر میں یہ مسئلہ ترجیح یا اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ لہٰذا احقر آپ کو دی گئی اپنی خلافت سلب کرتا ہے۔ اب آپ نہ ہمارے خلیفہ ہیں اور نہ ہی معتمد۔ آئندہ ہم سے رجوع نہ کیا جائے۔

والسلام

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ / ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۶ء

خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان

مجلہ صفدر میں اشاعت کے لئے بھیج دیا جائے۔

سلیم اللہ خان خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۷ صفر ۱۴۳۸ھ ۱۸ نومبر ۲۰۱۶ء

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے مکتوب گرامی کا عکس

باسمہ سبحانہ

من ابی الزاہد

الی محترم المقام جناب حضرت مولانا .... صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج سامی!

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا ذرہ نوازی کا تہ دل ہزار شکریہ

محترم! راقم اثیم کبر سنی (عمر قمری حساب سے ۸۳ سال ہے) گوناگوں علالتوں بے حد مصروفیت اور آنکھوں میں موتیا آنے کی وجہ سے ضعف بصارت کا شکار ہے بس اب راقم اثیم کے لئے خاتمہ علی الایمان کی دعا کریں نہ کتاب مذکور راقم نے دیکھی ہے اور نہ ہمت و فرصت ہے تاکہ دیکھوں

یکم شعبان سے ان شاء اللہ العزیز دورۂ تفسیر شروع ہوگا جس میں مختلف ممالک اور علاقوں کے فارغ التحصیل علماء اور منتہی طلبہ شریک ہوتے ہیں (گذشتہ سال تقریباً چھ سو ۶۰۰ تھے) یکم شعبان سے آخر رمضان تک کھانا کھانے کا وقت بھی نہیں ملتا

9

میں نے الخیر میں مولانا مفتی عبدالستار صاحب کی تردید پڑھی ہے اور کسی بزرگ کی تردید نہیں پڑھ سکا حضرت مفتی صاحب نے کتاب مذکور میں جن مسائل کی تردید کی ہے وہ بالکل حق ہے وہ مسائل مسلک دیوبند ہی کے خلاف نہیں بلکہ روح اسلام کے خلاف ہیں

حاضرین سے سلام مسنون عرض کریں اور مقبول دعاؤں میں نہ بھولیں والسلام

ابو الزاہد محمد سرفراز

۲۷ رجب ۱۴۱۵ھ

۳۰ دسمبر ۱۹۹۴ء